رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱

مَعَارِفْ

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

انگورہ کی اسلامی ایکاڈیمی یعنی "ہیئت تدقیقات و تالیفات اسلامیہ علمیہ" کے صدر شیخ عبدالعزیز شادیش اپنے تازہ مکتوب مین، رقم فرماتے ہین، کہ ہیئت مذکورہ نے اپنا کام شروع کردیا ہے، اور بالفعل ترکی زبان مین چند مذہبی تالیفات شائع ہوئی ہین، ان تالیفات کے جو عنوان اور نام انھون نے لکھے ہین اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجلس صحیح طریق پر مسلمانون کی علمی و مذہبی خدمات انجام دیگی، سردست جو کتابین وہان تیار ہوئی ہین وہ حسب ذیل ہین،

تاریخ الاسلام، علم کلام جدید، مبادی فلسفۂ اخلاق، نقصانات مسکرات، القول السدید فی بیان دین التوحید، تاریخ فلسفۂ اسلام وغیرہ، ہندوستان سے اس مجلس کو انگریزی اور اردو کتابون کے بھیجنے کا سامان ہو رہا ہے،

خبر ہے کہ اسکاٹلینڈ کے قدیم پایہ تخت اڈنبرا کی یونیورسٹی کو ایک گم نام علم دوست فیاض نے بیس ہزار پونڈ یعنی تین لاکھ روپئے اس غرض سے عطا کئے ہین کہ یونیورسٹی انسانون، کو حیوانات کا علم سکھائے، تین لاکھ کوئی بڑی رقم نہین، ہمارے بمبئی کے تاجر اس سے بھی زیادہ بڑی بڑی رقمین حیوانون کو انسان بنانے کے لیے دیتے ہین، مگر کس کو؟ قومی تعلیم گاہون اور یونیورسٹیون کو نہین، بلکہ حکومت کو، کہ وہ اونکی طرف سے اس فریضہ کو انجام دے، غور کرو کہ اسکاٹلینڈ اور

انگلینڈ مین قومی حکومت قائم ہے، حاکم و محکوم مین مصالح سیاسی کے اختلافات نہین ہین تاہم اس باب مین ملک کے علم پرور اور تعلیم دوست ارباب فکر، اپنی قومی حکومت پر بھی اعتبار کرنا نہین چاہتے، کیونکہ وہ جانتے ہین کہ حاکم و محکوم کے درمیان مصالح سیاسی ایک ہون تو ہون، مگر مصالح تعلیمی کا ایک ہونا ضروری نہین، پھر ان ملکون کو کیا کرنا چاہئے جہان حاکم و محکوم کے ہر قسم کے مصالح ایک دوسرے سے تمامتر مختلف ہین؛

یورپ کی تباہی و بربادی کی پشینگوئی، نہ صرف اہل ایشیا از راہ دشمنی کر رہے ہین، بلکہ خود یورپین سیاست دان، از راہ دوستی و حب الوطنی کر رہے ہین، کچھ زمانہ ہوا کہ اٹلی کے ایک سابق وزیر جو زمانۂ جنگ مین اتحادی سلطنتون کے محرم راز رہ چکے ہین، اس موضوع پر ایک مدلل تصنیف دنیا کے سامنے پیش کر چکے ہین، جس مین اقتصادی، علمی، تعلیمی، اخلاقی ہر حیثیت سے یورپ کے زوال کو ثابت کیا ہے، یورپ کی یونیورسٹیون کی بربادی و پستی کا افسانہ اوس مین خصوصیت کے ساتھ پڑھ رہی، اب ایک فرانسیسی اہل قلم نے اسی مبحث پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، جس کی تلخیص کلکتہ کے ماڈرن ریویو نے شائع کی ہے،

فرنچ موصوف ایک معزز چینی سے جو یورپ کی نظر عمیق سیاحت کرچکا تھا، سرگرم مکالمہ ہے، چینی صاحب فکر کہتا ہے "مین نے تمام یورپ کو دیکھا، اوس کی مادی ترقیون نے میری آنکھون کو خیرہ کردیا، لیکن جب مین نے یہ خیال کیا کہ یہ تمام عمارت کسی مضبوط اور مستحکم بنیاد پر قایم نہین ہے، تو مجھے یقین ہوگیا کہ اس کی بربادی بہت قریب ہے، مین نے اوس ملک مین دولت، حشمت، تجارتی رونق، گرم بازاری، تزئین و تنعم کے مناظر دیکھے، جو اوس مسیح کی پرستش کا، مدعی ہے، جس کی دعوت اور پکار

یہ تھی کہ یہی چیزین آسمانی بادشاہت کی راہ کے پتھر ہین، تم شب و روز جس مقصد کی خاطر پریشان اور سرگردان ہو، مسیح کی بعثت ٹھیک اوسی مقصد کی تخریب اور شکست کے لیے ہوئی تھی، مین یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ موجودہ یورپین تمدن اور عیسائیت دونون چیزین یکجا کیونکر ہو سکتی ہین! اس کے صاف معنی یہ ہین کہ اگر ایک چیز تمھارے پاس ہی تو دوسری نہین ہے، اور یہی تمھارے خرمن وجود مین اصلی چنگاری ہے جو تم کو ایک دن جلا کر خاکستر کر دیگی، مین نے بہت کچھ سیر و سیاحت کی ہے، مسلمانون اور بدھ والون کو بھی دیکھا ہے، مگر ہر جگہ یہی دیکھا کہ اون کے تمدن، معاشرت اور اخلاق مین اون کے پیشواؤن کی تعلیمات کے آثار ہین، لیکن عیسائی ملکون کو اس اصول سے بالکل بے بہرہ پایا،
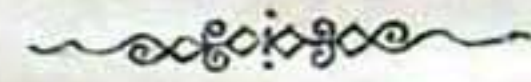
وہ مذہب جس کی تعلیم یہ ہو کہ لوگ ایک دوسرے سے محبت کرین، ایک دوسرے کی مدد کرین، اگر کوئی اس کے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے، وہ مذہب جس کی تعلیم یہ ہو کہ لوگ کل کا خیال نہ کرین اور یہ بھی نہ سوچین کہ وہان رات کو اپنا سر کہان رکھینگے، اور قناعت کو اپنا راس المال بنائین، اسی کے پیرو آج سب سے زیادہ مضطر، سب سے زیادہ خود غرض، سب سے زیادہ دولتمند، سب سے زیادہ تعلیم یافتہ، سب سے زیادہ متمدن، سب سے زیادہ محنتی، سب سے زیادہ ذہین، چالاک، آمادہ بغاوت و فساد، اور ذاتی فائدہ و تمتع کے لیے بیقرار، ذاتی عزت کے سب سے زیادہ دلدادہ، سب سے زیادہ انتقام پسند ہین،
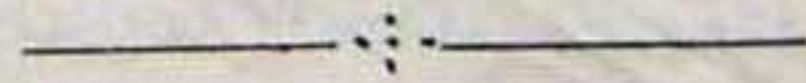
فرنچ صاحب دماغ جواب دیتا ہے: یقیناً ہماری اصلی بیماری یہی ہے کہ ہمارا مذہب اور ہمارا تمدن ہم کو دونون دوراستون پر لے جانا چاہتے ہین، اسی لیے یورپ جھوٹی مصالحتون کی سرزمین

بن گیا ہے، یورپ کا ہر ملک یہ چاہتا ہے کہ وہ خود تنہا، اپنے ہمسایہ ملکون سے الگ ہو کر ترقی کرے بلکہ دوسرون کی ترقی کی راہ روک دے، اور جب تک یہ پالیسی رہیگی، سب کی تباہی یقینی ہے مسیح نے کہا تھا "جو خدا کا ہو وہ خدا کو دو، اور جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو،، مگر ہم چاہتے ہین کہ دونون کو ایک جگہ کر دین، یورپ ایک دوسرے کو اوسی مسیح کے نام ذبح کر رہا ہے جس نے اپنے حواری سے کہا تھا کہ "اپنی تلوار تو نیام مین کر لے،، اس وقت یورپ کے محرکات عمل مین سب سے بالاتر قوت سیاست ہے اور یہی قوت ہماری معاشرت اور اخلاق سب پر چھا گئی ہے، اگر ہم باقی رہنا چاہتے ہین تو ہماری سیاست کو ہماری معاشرت کے ماتحت اور معاشرت کو اخلاق کے زیر حکم ہونا چاہئے،،

کیا یہ مصلحانہ آواز یورپ کے ایوانہائے وزارت تک پہنچ سکتی ہے، کیا یورپ کو اس پر عمل کی توفیق مل سکتی ہی؟ نہین اور ہرگز نہین: اہل یورپ کی طرح دنیا کے تماشاگاہ مین سینکڑون اور ہزارون قومین اپنے اپنے وقت پر آئین اور چلی گئین، مصلحین وقت اور مجددین زمانہ ان کو پکارتے رہے کہ

فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْنِ وَ مَا اَسْئَلُکُمْ	خدا سے ڈرو، اور میرا کہا مانو، اور میری یہ پکار کسی
عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ	ذاتی منفعت کے لیے نہین، میرا معاوضہ تو عالم کے پروردگار
الْعٰلَمِیْنَ، اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ اٰیَۃً تَعْبَثُوْنَ	خدا کے ذمہ ہے، ہر اونچے مقام پر بیفائدہ نشانیان
وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ وَ	بناتے ہو، عمارتین کھڑی کرتے ہو، شاید تم یہ سمجھے
اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ	کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے، جب تم کسی قوم کو پکڑتے
فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْنِ وَاتَّقُوا الَّذِیْ	ہو تو بہت سختی کے ساتھ مغرور اور جابر بن کر پکڑتے ہو

أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (شعراء)

خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو اس سے ڈرو جس نے تم کو ان احسانات سے سرفراز کیا جنکو تم جانتے ہو مویشی اولادین باغ، اور چشمے، مین ڈرتا ہون کہ تم پر سخت دن کا عذاب نہ آئے،

عہد کے جبارون اور نمرودون نے جواب بھی وہی دیا جو آج بھی دیا جارہا ہے،

قالوا سواء علینا اوعظت ام لم تکن من الواعظین ان ھذا الا خلق الاولین وما نحن بمعذبین (شعراء)

انھون نے کہا کہ خواہ تم وعظ ونصیحت کرو یا نہ کرو ہم کو سب برابر ہے یہ اگلے لوگون کی معمولی عادت ہے، (یعنی یہ اگلے لوگون کے فرسودہ خیالات ہین) ہم پر کبھی کوئی عذاب نہین آسکتا،

نتیجہ بھی آج سے مختلف نہ ہوگا،

فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً،

انھون نے جھٹلایا تو ہم نے اون کو ہلاک کردیا، اس واقعہ مین عبرت کی نشانی ہے،

جاپان کی صنعت وحرفت کے نتائج تو اہل ہند نے دیکھے ہین اور اس وسیع ملک کے ہر بازار مین دیکھے جاسکتے ہین لیکن دہلی مین ۲۲ جولائی کی شام کو اندرپرستھ گرل اسکول کے ایوان تعلیم مین سب سے پہلی دفعہ جاپان کی علمی صنعت کاری کے نتائج دیکھنے اور سننے مین آئے، جاپان کے ایک فاضل فلاسفر نے ہندوستان کی قدیم تہذیب وتمدن پر ایک خطبہ دیا، جس کے آخر مین اس نے کہا:-

"آج دنیا تباہی اور ہلاکت کے غار کے کنارے کھڑی ہے ضرورت ہے کہ دنیا کی قومین باہمی اخوت اور برادری کا رشتہ قائم کیا جاوے، آج زخم خوردہ اور خستہ اور خاک وخون مین لتھڑی ہوئی دنیا اس منزل مقصود کے تذکرہ سے معمور ہے، اس کو بھولنا نہ چاہیے کہ اس عالم ارضی مین مستقل امن کی بنیاد صرف اسی پر قائم ہوسکتی ہے کہ دنیا کی ہر قوم دوسری قوم کی تہذیب کو صحیح سمجھے، عالمگیر جنگ کے بعد سوئٹزرلینڈ نامی کسی ملک مین نمایندگان اقوام کے اجتماع سے یہ مقصد حاصل نہین ہوسکتا، بلکہ اس سے حاصل ہوگا کہ ہر قوم دنیا کی خدمت کے لیے اپنی ہمدردی اور طاقت وقوت کو پیش کرے،"

جاپان مشرقی ممالک مین یورپ کے تمدن کا سب سے پہلا شاگرد ہے، اس لیے مغرب پرست ہندوستان کو اپنی تعلیم کے دوران مین ان الفاظ کو بار بار پڑھنا چاہیے،

تصحیح

معارف کی غلطیون کا ہمیشہ افسوس رہتا ہے، مگر جون کے پرچہ مین ایک فاش غلطی ہے، صفحہ ۵۰۴ کی سطر ۲ مین "شیخ سہروردی کی فتوح الغیب" کے بجائے یون عبارت پڑھی جائے، "فتوح الغیب، شیخ سہروردی کی عوارف"

"اڈیٹر"

مقالات

محبتِ الٰہی

اور

مذہبِ اسلام

منجملہ اُن اعتراضات کے جو نہایت فخر و غرور اور طعن و طنز کے ساتھ، مسیحی مبلغین اور یورپین مستشرقین اسلام پر کیا کرتے ہین، ایک یہ ہے کہ اسلام نے خدا کا جو تخیل اپنے پیروؤن کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک جبّار قہّار پُرغضب، صاحب جلال و جبروت شاہنشاہ ہے جس سے ہمیشہ بندون کو ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیئے اور اسی کا اثر اس کے تمام احکام مین نمایان ہے، برخلاف اس کے عیسائی مذہب اُس کو محبت، پیار، رحمت اور شفقت کے پیکر مین جلوہ گر کرتا ہے، اور اسی لیے اُس کو "باپ" کے نام سے پکارتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ اوسکی نصیحتون مین نرمی اور رحم و کرم کا جذبہ غالب ہے،

مستشرقین اسی اعتراض کو اسی صورت مین پیش کرتے ہین، کہ چونکہ اسلام ایک جنگجو مذہب ہے، اس لیے اس کے تخیل مین خدا کی جبّاری قہّاری اور غیظ و غضب کا تصور سب سے زیادہ ہے، اور اسلام کی یہی کمی تھی جس کو تصوف نے آکر پورا کیا، اور بجائے اس کے کہ فقہا کی طرح خدا کی اطاعت کا مبنیٰ خشیتہ اور خوف الٰہی کو قرار دیا جائے، انھون نے خدا کے عشق و محبت کو قرار دیا،

ناآشنایان اسلام کو، اسلام کے متعلق بحث و کاوش کرتے ہوئے یہ نکتہ ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے

کہ وہ محض تخیلی اور خیال آرا مذہب نہین ہے، بلکہ وہ اس عملی دنیا کا عملی مذہب ہے، دنیا مین کرورون انسان ہین، ہر انسان کے پیچھے ہزارون کام ہین، اور انسان کے ہر کام کا تعلق دوسرے انسان سے ہے ان دونون انسانون مین کوئی باہمی تعلق ایسا ہونا چاہیئے جو ایک کو دوسرے سے پیوستہ کردے، ایک کو دوسرے کی طرف جھکادے، اور ایک کا رشتہ دوسرے کے ساتھ جوڑدے، اس تعلق، اس پیوستگی اور اس رشتہ کو جو چیز پیدا کرتی اور قائم رکھتی ہے، وہ محبت اور خوف کا جذبہ ہے، اسی کی تعبیر دوسرے الفاظ مین یہ ہے کہ وہ نفع کی طرف رغبت اور ضرر سے نفرت ہے،

غرض انسان کی تمام تحریکات کا سرِ بنیاد محبت و خوف اور رغبت نفع و نفرت ضرر ہے، خدا اور اُس کے صفات کے متعلق انسان کے جو خیالات اور تصورات ہین وہ بھی اسی اصول کے ماتحت ہین، وحشی اقوام کے مذہبی خیالات پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ وہ مناظر و موجودات فطرت کی پرستش اسی اصول کے مطابق کرتے ہین، بعض چیزون سے وہ ڈرتے ہین، تو وہ ان کی پوجا کرتے ہین، کہ ان کے ضرر سے محفوظ رہین بعض دوسری اشیاء کے لطف و کرم کے متوقع ہوتے ہین کہ وہ ان کے منافع سے بہرہ اندوز ہوسکین،

اب عام انسانی معاملات، اور کاروبار پر غور کرو کہ انسان کی موجودہ فطرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ممکن ہے کہ دنیا کا یہ نظام، صرف محبت اور رغبت کے جذبات سے چل سکے؟ اگر ایک دن بھی، دنیا کے بازارون، سلطنتون کے دفاتر اور قومون اور جماعتون کی مجلسون اور سوسائٹیون مین تنہا اس پر عمل ہو، تو نظام عالم درہم و برہم ہوجائے، اور اطاعت و فرمانبری جس پر تنظیم اور ضابطہ داری (ڈسپلن) کا دار مدار ہے خاتمہ ہوجائے، اسی طرح اگر صرف نفرت و عداوت اور خوف و خشیتہ تمامتر عالم کے کاروبار مین دخیل ہوجائے، تو یہ دنیا جہنم کا طبقہ بنجائے اور دلون کی شگفتگی اور انبساط جو ہماری سرگرمیون اور ولولون کا مایۂ حیات ہے دفعۃً فنا ہوجائے، اس لیے

دنیا کا نظام ان دوگونہ جذبات کے بغیر کبھی قائم نہین رہ سکتے، اور انسان اپنے ہر عمل مین ان دونون کے سہارے کا محتاج ہے،

اسلام سے پہلے جو آسمانی مذاہب قائم تھے ان مین افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی، اور صراطِ مستقیم سے وہ تمام تر ہٹ گئے تھے، یہودی مذہب کی بنا سرتاپا خوف، خشیت، اور سخت گیری پر تھی، اُس کا خدا "فوجون کا سپہ سالار" اور باپ کا بدلہ پشتہا پشت تک بیٹون سے لینے والا تھا، یہودیت کے صحیفون مین خدا کے رحم و کرم اور محبت و شفقت کا ذکر شاذ و نادر کہین نظر آئیگا، اس کے برعکس عیسائیت تمام تر خدا کے رحم و کرم اور محبت و شفقت کے تذکرون سے معمور ہے، اس کے "اکلوتے بیٹے کا باپ" تمام انسانون کا باپ ہے، وہ اپنے "فرزندون" کے جرم و خطا سے غضب ناک نہین، بلکہ پشیمان اور متاسف ہوتا ہے،

اس افراط اور تفریط کا نتیجہ یہ ہے کہ یہودیت ایک خشک اور بے لذت مذہب بن گیا، اور عیسائیت اس قدر تر ہے کہ تردامنی اس کے نزدیک عیب نہین، ایک گنہگار عورت کو یہودیت سنگسار کرنیکا حکم دیتی ہے، لیکن عیسائیت صرف اسی قدر کہتی ہے کہ "جو گنہگار نہ ہو وہ اس عورت کو پتھر مارے اور اے عورت! جا، پھر ایسا نہ کرنا"، اسلام تفصیل کرتا ہے، مجبور و مجنون و مدہوش وغیرہ مستثنیٰ ہین، بے شوہر عورت اور بن بیوی کے مرد کو کوڑے مارے جائین، شوہر والی عورت اور بیوی والا مرد سنگسار ہوگا، یہودی مذہب کسی باز پرس کے بغیر ہر حال مین مرد کو طلاق کی اجازت دیتا ہے، ملتِ عیسوی، کسی حال مین طلاق کا فتویٰ جاری نہین کرتا، اسلام اس کے متعلق تفصیلی احکام رکھتا ہے، غرض یہی حال اسلام کا تمام دیگر مسائل مین ہے کہ وہ عیسائیت اور یہودیت کے درمیان ہمیشہ بیچ کی راہ اختیار کرتا ہے،

یہی حال اعتقادیات کا ہے، وہ نہ تو خدا کو محض جبار، قہار، ربُّ الافواج اور صرف

بنی اسرائیل یا بنی اسمٰعیل کا خدا مانتا ہے، اور نہ اس کو مجسم انسان، انسانون کا باپ، یا محمد صلعم کا باپ سمجھتا ہے، اور تنہا رحم و کرم اور محبت و شفقت کے صفات سے متصف کرتا ہے، وہ خدا کی نسبت یقین رکھتا ہے کہ وہ اپنے بندون پر قاہر بھی ہے، اور رحمان و کریم بھی ہے، وہ منتقم اور شدید العقاب بھی ہے اور غفور و رحیم بھی ہے، وہ اپنے بندون کو سزا بھی دیتا ہے، اور پیار بھی کرتا ہے، بگاڑتا بھی ہے اور نوازتا بھی ہے، نفع اور نقصان دونون اوسی کے ہاتھ مین ہے، اس سے ڈرنا بھی چاہئے، اور اس سے محبت بھی کرنی چاہئے،

کسی حسین اور محبوب چیز کی نسبت اگر اس کے عاشقون اور محبت کرنیوالون سے پوچھا جائے کہ اوسکی کون سی ادا تم کو پسند آئی، اس کے کس حصہ مین تم کو حسن و جمال کا مظہر نظر آتا ہے، اس کے کس حسن و خوبی نے تم کو فریفتہ کیا ہے؟ تو یقیناً پوری جماعت کا ایک ہی جواب نہ ہوگا، کوئی کسی حصہ کا نام لے گا، کوئی کسی ادا کی تعریف کریگا، کوئی کسی خوبی کا اپنے کو شیدا بتائیگا، اسی طرح دنیا مین جو پیغمبر آئے وہ کئی قسم کے تھے، ایک وہ جن کی آنکھون کے سامنے خدا کے صرف جلال و کبریائی کا جلوہ تھا، اور اس لیے وہ صرف خدا کے خوف و خشیت کی تعلیم دیتے تھے، مثلاً حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ دوسرے وہ جو محبت الٰہی مین سرشار تھے اور وہ لوگون کو اسی خمخانۂ عشق کی طرف بلاتے تھے، مثلاً حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ،

لیکن پیغمبرون مین ایک ہستی آئی جو برزخ کبریٰ، مجمع کمال، اور جامع مستی و ہشیاری تھی، یعنی محمد رسول اللہ صلعم، ایک طرف آپ کی آنکھین خوفِ الٰہی سے اشک آلود رہتی تھین، دوسری طرف آپ کا دل خدا کی محبت اور رحم و کرم سے مسرور تھا، کبھی ایسا ہوتا کہ ایک ہی وقت مین یہ دونون منظر لوگون کو نظر آجاتے، چنانچہ جب راتون کو آپ شوق و ولولہ کے عالم مین نماز کے لیے کھڑے ہوتے قرآن مجید کی لمبی لمبی سورتین زبان مبارک پر ہوتین، آیتین گذرتی جاتین، جب کوئی خوف و خشیت

کی آیت آتی، پناہ مانگتے، اور جب کوئی مہر و محبت اور رحم و بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کی دعا مانگتے[1]،

الغرض اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ خوف و خشیت اور رحم و محبت کے بیچ کی شاہراہ مین انسانون کو کھڑا کرے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ الایمان بین الخوف والرجاء "ایمان کامل خوف اور اُمید کے درمیان ہے" کہ تنہا خوف خدا کے رحم و کرم سے نا امید بنا دیتا ہے اور محض رحم و کرم پر بھروسہ لوگون کو خود سر اور گستاخ بنا دیتا ہے، جیسا کہ اس عملی دنیا کے روزانہ کے کاروبار مین ہم کو تم کو اور سب کو نظر آتا ہے، اور مذہبی حیثیت سے عملاً اس کے نتائج کا مشاہدہ یہودیون اور عیسائیون مین کیا جا سکتا ہے، ایک نا امید محض اور دوسرا سرتاپا اُمید ہے،

عیسائیون نے خدا سے اپنا رشتہ جوڑا، اور اپنے کو "فرزند الٰہی" کا لقب دیا، بعض یہودی فرقون نے بنی اسرائیل کو خدا کا خانوادہ اور محبوب ٹہرایا، اور حضرت عیسیٰؑ کے جوڑ پر، حضرت عزیز کو "فرزند الٰہی" کا رتبہ دیا، لیکن اسلام یہ شرف کسی مخصوص خاندان یا خاص قوم کو عطا نہین کرتا، بلکہ وہ تمام انسانون کو بندگی اور اطاعت کی ایک سطح پر لا کر کھڑا کرتا ہے، مسلمانون کے مقابلہ مین یہودیون اور عیسائیون دونون کو دعوی تھا،

نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰہِ وَ اَحِبَّاؤُہٗ (مائدہ)

ہم خدا کے بیٹے اور چہیتے ہین،

قرآن مجید نے اس کے جواب مین کہا:

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ط (مائدہ)

اگر ایسا ہی تو خدا تم کو تمھارے گناہون کے بدلہ تم کو عذاب کیون دیتا ہے، اس لیے تمھارا دعوی صحیح نہین بلکہ تم بھی انہین انسانون مین سے ہو جنکو خدا نے پیدا کیا ہے

[1] مسند ابن حنبل، جلد ۱، صفحہ ۹۳

دوسری جگہ قرآن نے تنہا یہودیون کے جواب مین کہا،

يَا اَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاءُ لِلّٰہِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (جمعہ)

اے وہ جو یہودی ہو، اگر تم اپنے اس خیال مین سچے ہو کہ تمام انسانون کو چھوڑ کر تم ہی خدا کے خاص چہیتے ہو تو موت (یعنی خدا کی ملاقات) کی تمنا کیون نہین کرتے،

اسلام رحمت الٰہی کے تنگ دائرہ کو کسی خاندان اور قوم تک محدود نہین رکھتا بلکہ وہ اس کی وسعت مین انسانون کی ہر برادری کو داخل کرتا ہے، ایک شخص نے مسجد نبوی مین آکر دعا کی کہ "خدایا! مجھکو اور محمدؐ کو مغفرت عطا کر"، آپ نے فرمایا "خدا کی وسیع رحمت کو تم نے تنگ کر دیا"[1]، ایک اور اعرابی نے مسجد مین دعا مانگی کہ خدایا! مجھ پر اور محمدؐ پر رحمت بھیج، اور ہماری رحمت مین کسی کو شریک نہ کر"، آپ نے صحابہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا "یہ زیادہ گمراہ ہے، یا اس کا اونٹ"[2]

اسلام کے متعلق عیسائیون نے جو یہ غلط فہمی پھیلا رکھی ہے کہ اوس کا خدا رحم و کرم اور محبت اور پیار کے اوصاف سے معرا ہے، اس غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ اسلام عیسائیت کی اس اصطلاح اور طرز ادا کو سخت ناپسند کرتا ہے، جس کے ذریعہ سے وہ خدا کے ان اوصاف کو نمایان کرتی ہے یعنی باپ اور بیٹے کا لفظ کہ اس سے گمراہی پھیلتی ہے یہ گمراہی کچھ عیسائیون ہی کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ اور دوسرے فرقے بھی اس غلطی مین مبتلا ہین،

اصل یہ ہے کہ خدا اور بندہ کے باہمی مہر و محبت کے جذبات کو یہ فرقے اپنی بولی مین نمایان کرنا چاہتے ہین، یہ جذبات انسانون کے اندر باہمی رشتون کے ذریعہ سے نمایان ہوتے ہین، اس بنا پر بعض کوتاہ اندیش فرقون نے اس طریقۂ ادا کو خالق و مخلوق کے ربط و تعلق کو ظاہر کرنے کیلیے

[1] صحیح بخاری کتاب الادب، [2] ابو داؤد کتاب الادب،

بہترین اسلوب سمجھا، چنانچہ کسی نے خالق اور مخلوق کے درمیان باپ اور بیٹے کا تعلق پیدا کیا، دوسرے نے ماں کی محبت کا بڑا درجہ سمجھا، اس لئے اس تعلق کو، ماں اور بیٹے کی اصطلاح سے واضح کیا، اور درمیان انسانون کی ماتائین نہین، خاص ہندوستان کی خاک مین زن وشو کی باہمی محبت کا امتیازی خاصہ ہے، جس کی نظیر دوسرے ملکون مین نہین مل سکتی ہے، اس کی نگاہ مین محبت کا اس سے زیادہ پراثر منظر اور ناقابل شکست پیمان کوئی دوسرا نہین، اس لئے بیان کے بعض فرقون مین خالق ومخلوق کی باہمی محبت کے تعلق کو زن وشو کی اصطلاح سے ادا کیا جاتا ہے سدا سہاگ فقرا اس تخیل کی مضحکہ انگیز تصویر ہین،

دیکھو! یہ تمام فرقے جنھون نے خدا اور بندہ کے تعلق کو جسمانی اور مادی رشتون کے ذریعہ ادا کرنا چاہا، وہ کس قدر راہ سے بھٹک گئے، اور لفظ کے ظاہری استعمال نے نہ صرف ان کے عوام کو، بلکہ خواص تک کو گمراہ کر دیا، اور لفظ کی اصلی روح کو چھوڑ کر جسمانیت کے ظاہری مغالطون مین گرفتار ہو گئے، اسی لیے اسلام نے جو توحید خالص کا مبلغ تھا، ان جسمانی اصطلاحات کی سخت مخالفت کی، اور خدا کے لیے ان الفاظ کا استعمال اس نے ضلالت اور گمراہی قرار دیا، لیکن وہ ان الفاظ کے اصلی معنی اور منشا کو، اور اس مجاز کے پردہ مین جو حقیقت مستور ہے، اس کا انکار نہین کرتا، بلکہ وہ ان جسمانی معنون کو خالق ومخلوق اور عبد ومعبود کے ربط وتعلق کے اظہار کے لیے ناکافی، اور غیر مکمل سمجھتا ہے، اور ان سے بھی زیادہ کا طالب ہے،

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا (بقرہ)

تو خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپون کو یاد کرتے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔

بہرحال رحم ومحبت کے اس جسمانی طریقۂ تعبیر کی مخالفت سے یہ لازم نہین آتا کہ اسلام

سرے سے خالق ومخلوق اور عبد ومعبود کے درمیان محبت اور پیار کے جذبات سے خالی ہو، اتنا کون نہین سمجھتا کہ مذہب کی تعلیمات انسانون کی بولی مین اتری ہین، ان کے تمام خیالات اور تصورات اسی مادی اور جسمانی ماحول کا عکس ہین، اس لیے ان کے ذہن مین کوئی غیر مادی اور غیر جسمانی تصور کسی مادی اور جسمانی تصور کی وساطت کے بغیر براہ راست پیدا نہین ہو سکتا، اور نہ اس کے لیے اون کے لغت کا کوئی ایسا لفظ مل سکتا ہے جو اصل غیر مادی اور غیر جسمانی مفہوم کو اس قدر منزہ اور بلند طریقہ سے بیان کرے جس مین مادیت اور جسمانیت کا مطلق شائبہ نہ ہو، انسان ان دیکھی چیزون کا تصور، صرف دیکھی ہوئی چیزون کی تشبیہ سے پیدا کرتا ہے، اور اس طرح اُن ان دیکھی چیزون کا ایک دھندلا سا عکس ذہن کے آئینہ مین اتر جاتا ہے،

اُس اَن دیکھی ہستی کی ذات وصفات کے متعلق، جس کو تم خدا کہتے ہو، ہر مذہب مین ایک تخیل ہے، غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ تخیل بھی اس مذہب کے پیروون کے گردوپیش کی اشیاء سے ماخوذ ہے، لیکن ایک بلند تر اور کامل تر مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ اوس تخیل کو مادیت جسمانیت اور انسانیت کی آلائشون سے اس حد تک پاک ومنزہ کر دے جہان تک بنی نوع انسان کے لیے ممکن ہے، خدا کے متعلق باپ، ماں اور شوہر کا تخیل اس درجہ مادی جسمانی اور انسانی ہے کہ اس تخیل کے معتقد ناممکن ہے کہ خالص توحید کے صراط مستقیم پر قائم رہ سکین، اس لیے اسلام نے یہ کیا کہ ان مادی تعلقات اور جسمانی رشتون کے الفاظ کو، خالق ومخلوق کے اظہار ربط وتعلق کے باب مین یکقلم ترک کر دیا، بلکہ ان کا استعمال بھی شرک وکفر قرار دیا، تاہم چونکہ حقائق روحانی کا اظہار بھی انسانون ہی کی مادی بولی مین کرنا ہے، اس لیے اس نے جسمانی ومادی رشتہ کے اُن جذبات احساسات اور عواطف کو خالق ومخلوق کے تعلقات مابین کے اظہار کے لیے مستعار لے لیا، جن کا اظہار دوسرے مذاہب نے اُن رشتون کے ذریعہ کرنا چاہا تھا اور اس طرح خالق ومخلوق کے

درمیان کوئی جسمانی رشتہ قائم کئے بغیر ربط و تعلق کا اظہار اس نے کیا، اور انسانون کو استعمالات کی لفظی غلطی سے جو گمراہیان پہلے پیش آچکی تھین، ان سے اُن کو محفوظ رکھا،

ہر زبان مین اس خالق ہستی کی ذات کی تعبیر کے لیے کچھ نہ کچھ الفاظ ہین، جن کو کسی خاص تخیل اور نصب العین کی بنا پر مختلف قومون نے اختیار کیا ہی، اور گو اونکی حیثیت اب علم اور نام کی ہے، تاہم وہ درحقیقت پہلے پہل کسی نہ کسی وصف کو پیش نظر رکھکر استعمال کیے گیے ہین، ہر قوم نے اس علم اور نام کے لیے اسی وصف کو پسند کیا ہے جو اس کے نزدیک اس خالق ہستی کی سب سے بڑی اور سب سے ممتاز صفت ہو سکتی تھی،

اسلام نے خالق کے لیے جو نام اور عَلَم اختیار کیا ہے وہ لفظ **اَللّٰہُ** ہے. اللہ کا لفظ اصل مین کس لفظ سے نکلا ہے، اس مین اہل لغت کا یقیناً اختلاف ہے، مگر ایک گروہ کثیر کا یہ خیال ہے کہ یہ وِلَاہٌ سے نکلا ہی، وَلَاہٌ اور وَلَہٌ کے اصل معنی عربی مین اوس "غم" "محبت" اور "تعلق خاطر" کے ہین جو مان کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے، اسی سے بعد کو مطلق "عشق و محبت" کے معنی پیدا ہو گئے، اس لیے اللہ کے معنی، محبوب اور پیارے کے ہین، جس کے عشق و محبت مین اکائنات کے دل سرگردان، متحیر اور پریشان ہین، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قرآن مجید کی آیتون کے ترجمے اکثر ہندی مین فرمایا کرتے تھے، اللہ کا ترجمہ وہ ہندی مین "من موہن" یعنی دلون کا محبوب" کیا کرتے تھے،

قرآن مجید کھولنے کے ساتھ ہی خدا کی جن صفتون پر سب سے پہلے نگاہ پڑتی ہے، وہ "رحمان" اور "رحیم" ہے ان دونون لفظون کے تقریباً ایک ہی معنی ہین، یعنی رحم والا" "مہربان"، "لطف و کرم والا"، اور یہی اوصاف قرآن مجید کے ہر سورہ کے آغاز مین پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے، ہر نماز مین کئی کئی دفعہ ان کی تکرار ہوتی ہے، کیا اس سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کے متعلق اسلام کے

تخیل کو واضح کرنے کے لیے کوئی دلیل مطلوب ہے، لفظ **اَللّٰہُ** کے بعد اسلام کی زبان مین خدا کا دوسرا علم یہی لفظ "رحمان" ہے، جو رحم و کرم اور لطف و مہر کے معنی مین صفت مبالغہ کا لفظ ہے،

قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ کے بیسیون اوصافی نام ہین، احادیث مین اس کے ننانوے نام گنائے گیے ہین، ان نامون مین اللہ تعالیٰ کے ہر قسم کے جلالی و جمالی اوصاف آگئے ہین لیکن استقصا کرو تو معلوم ہوگا کہ ان مین بڑی تعداد ونھین نامون کی ہی جن مین اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور مہر و محبت کا اظہار ہے، قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ کا ایک نام یا ایک وصف اَلْوَدُوْدُ (سورۂ ذات البروج) آیا ہے، جس کے معنی "محبوب" اور "پیارے" کے ہین، کہ وہ سرتاپا مہر و محبت، اور عشق و پیار ہے، اس کے سوا خدا کا ایک اور نام اَلْوَلِیُّ ہے، جس کے لفظی معنی "یار" اور "دوست" کے ہین، خدا کا ایک اور نام قرآن مجید مین بار بار استعمال ہوا ہے وہ اَلرَّؤُفُ ہے، "رؤف" کا لفظ "رأفت" سے نکلا ہی، رأفت کے معنی اُس محبت اور تعلق خاطر کے ہین جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے، اسی طرح خدا کے لیے قرآن مجید مین ایک اور نام حَنَّانٌ آیا ہے جو حَنّ سے مشتق ہے "حَنّ" اور "حنین" اوس سوز دل اور محبت کو کہتے ہین جو مان کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے، یہ الفاظ ان مجازی اور مستعارانہ معانی کو ظاہر کرتے ہین، جو اسلام نے خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے ربط و تعلق کے اظہار کے لیے اختیار کئے ہین،

ان کے علاوہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین اللہ تعالیٰ کے جو اسمار اور صفات مذکور ہین، اُن کو بھی اس موقع پر پیش نظر رکھنا چاہئے اس کا نام غَفَّارٌ (بخشش کرنے والا) غَفُوْرٌ (بخشنے والا) سَلَامٌ (امن و سلامتی) ہے کہ وہ سرتاپا اپنے بے پناہ بندون کے لیے امن اور سلامتی ہے، پھر وہ مُؤْمِنٌ (امن دینے والا) ہے، وہ اَلْعَدْلُ یعنی سرتاپا انصاف ہے، اَلْعَفُوُّ (معاف کرنے والا) ہے اَلْوَهَّابُ (عطا کرنے والا) اَلْحَلِیْمُ (بردبار) اَلصَّبُوْرُ

(بندون کی گستاخیون پر صبر کرنے والا) اَلتَّوَّابُ (بندون کے حال پر رجوع ہونے والا) اَلْبَرُّ (نیک اور مجسم خیر) اور اَلْمُقْسِطُ (منصف اور عادل) ہے،

توراۃ کے اسفار اور **انجیل** کے صحیفون کا ایک ایک ورق ڈھونڈو، کیا اللہ تعالیٰ کے لیے یہ پرمحبت یہ سراپا مہر و کرم اسماء و صفات کی یہ کثرت تم کو وہان ملیگی؟ اسلام اللہ تعالیٰ کے لیے مان اور باپ کا لفظ یہود و نصاریٰ اور ہنود کی طرح استعمال کرنا جائز نہین سمجھتا، مگر اوس لطف احساس اور مہر و کرم کے جذبات و عواطف سے وہ بے بہرہ نہین، جن کو یہ فرقے اپنا مخصوص سرمایۂ روحانی سمجھتے ہین، مگر بات یہ ہو کہ ان روحانی جذبات اور معنوی احساسات کے ساتھ وہ شرک و کفر کی اُس ضلالت اور گمراہی سے بھی انسان کو بچانا چاہتا ہے، جو ذرا سی لفظی غلط فہمی سے، مجاز کو حقیقت اور استعارہ کو اصلیت سمجھکر، پاک اور سرتاپا روحانی معانی کو مادّی اور مجسم یقین کر لیتے ہین، اور اس لیے وہ اوس بلند تر **توحید** کی سطح سے بہت نیچے گر کر سررشتۂ حقیقت کو ہاتھ سے دے بیٹھے ہین،

اسلام متکلم ازل کا آخری پیغام ہے اس لئے ضرورت تھی کہ وہ اس قسم کی لغزشون سے پاک و مبرّا ہو، حقائق روحانی کی تعبیر کے لیے یقیناً مادّی اور جسمانی استعارات اور مجازات سے چارہ نہین، تاہم ایک دائمی مذہب کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو ان استعمالات کی غلطیون اور غلط فہمیون سے محفوظ رکھے، چنانچہ اسلام نے اسی بنا پر ان استعارات اور مجازات کے استعمال مین بڑی احتیاط برتی ہے اور خدا کے مہر و کرم اور عشق و محبت کے تذکرون کے ساتھ، ادب و لحاظ کے قواعد کو فراموش نہین کر دیا ہے، قرآن مجید اور احادیث روحانی عشق و محبت کے ادن دلآویز اور ولولہ انگیز حکایات سے معمور ہین، باین ہمہ وہ انسان کو بیٹا اور خدا کو باپ نہین کہتا کہ عبد و معبود کے تعلقات کے اظہار کے لیے اس کے نزدیک یہ کوئی بلند تر تعبیر نہین، وہ خدا کو "**اَب**"

(باپ) کے بجائے "**رب**" کہکر پکارتا ہو، وہ اُس کو تمام دنیا کا باپ نہین بلکہ تمام دنیا کا رب کہتا ہے

"اب اور رب" ان دونون لفظون کا باہمی معنوی مقابلہ کرو تو معلوم ہوگا کہ عیسائیون اور یہودیون کا تخیل، اسلام کے مطمح نظر سے کس درجہ پست ہے، اب یعنی باپ کا تعلق اپنے بیٹے سے ایک خاص کیفیت اور مدّت سے لیکر ایک محدود عرصہ تک رہتا ہے، اس کے وجود مین اوس کو یک گونہ تعلق ضرور ہوتا ہو، مگر اس کے قیام و بقا، زندگی، ضروریات زندگی، سامان حیات نشوونما اور ارتقا کسی چیز مین اوسکی ضرورت نہین ہوتی، عہد طفلی تک شاید کچھ اور واسطہ ہو، اُس کے بعد تو بچہ اپنے والدین سے الگ، مستقل اور بے نیاز زندگی بسر کرتا ہے، مگر ذرا غور کرو کیا عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان جو ربط و تعلق ہے اس کا انقطاع کسی وقت ممکن ہے، کیا بندہ اپنے خدا سے ایک دم اور ایک لمحہ کے لیے بھی بے نیاز اور مستغنی ہو سکتا ہے، کیا یہ تعلق باپ اور بیٹے کے تعلق کی طرح محدود اور مخصوص الاوقات ہے!

ربوبیت (پرورش) عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان اس تعلق کا نام ہے جو آغاز سے انجام تک قائم رہتا ہے، جو ایک لمحہ کے لیے منقطع نہین ہو سکتا، جس کے بل اور سہارے پر دنیا اور دنیا کی مخلوقات کا وجود ہے، وہ گہوارۂ عدم سے لیکر فنائے محض کی منزل تک ہر قدم پر موجودات کا ہاتھ تھامے رہتا ہے، وہ ذرہ ہو یا پتھر، قطرۂ آب ہو، یا قطرۂ خون مضغۂ گوشت ہو یا مشت استخوان، شکم مادر مین ہو یا اوس سے باہر، بچہ ہو یا جوان، ادھیڑ ہو یا بوڑھا، کوئی آن، کوئی لمحہ، رب کے مہر و کرم اور لطف و محبت سے استغنا اور بے نیازی نہین ہو سکتی،

علاوہ ازین باپ اور بیٹے کے الفاظ سے مادّیت، جسمانیت، ہمجنسی، اور برابری کا جو تخیل پیدا ہوتا ہو، اس سے لفظ رب یکقلم پاک ہو اور اس مین ان ضلالتون اور گمراہیون کا خطرہ نہین جن مین نصرانیت اور ہندویت نے ایک عالم کو مبتلا کر رکھا ہے،

اب ہم کو ان آیتون اور حدیثون کو آپکے سامنے پیش کرنا ہی جن سے روشن ہو کہ اسلام کا سینہ اوس ازلی وابدی عشق ومحبت کے نور سے کس درجہ معمور ہے اور وہ خمخانۂ الست کی سرشاری کی یاد بھکے ہوئے انسانون کو کس طرح دلا رہا ہے، اسلام کا سب سے پہلا حکم ایمان ہے، ایمان کی سب سے بڑی خاصیت اور علامت "حُبِّ الٰہی" ہے، اور یہ وہ دولت ہے جو اہل ایمان کی پہلی جماعت کو عملاً نصیب ہو چکی تھی، زبانِ الٰہی نے شہادت دی،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ)

جو ایمان لائے ہین وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہین،

اس نشۂ محبت کے سامنے باپ، مان، اولاد، بھائی، بیوی، جان، مال، خاندان سب قربان اور نثار ہو جانا چاہئے ارشاد ہوتا ہے،

اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ (توبہ)

اگر تمھارے باپ، تمھارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمھاری بیویان، اور تمھارا کنبہ اور وہ دولت جو تم نے کمائی اور وہ سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے خدا اور اس کے رسول اور اسکی راہ مین جہاد کرنے سے تم کو زیادہ محبوب اور پیارا ہے تو اس وقت تک انتظار کرو کہ خدا اپنا فیصلہ لے آئے،

ایمان کے بعد بھی اگر نشۂ محبت کی سرشاری نہین ملی تو وہ بھی جادۂ حق سے دوری ہے چنانچہ جو لوگ کہ راہِ حق سے بھٹکنا چاہتے تھے ان کو پکار کر سنا دیا گیا،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ (مائدہ)

مسلمانو! اگر تم مین سے کوئی اپنے دین اسلام سے پھر جائیگا تو خدا کو اسکی کچھ پروا نہین وہ ایسے لوگون کو لا کھڑا کریگا جنکو وہ پیار کریگا اور وہ اس کو پیار کرینگے،

حضرت مسیح نے کہا "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہی" ہر معنوی اور روحانی حقیقت ظاہری آثار اور جسمانی علامات سے پہچانی جاتی ہے، تم کو زید کی محبت کا دعوی ہے، مگر نہ تمھارے دل مین اس کے دیدار کی تڑپ ہی نہ تمھارے سینہ مین صدمۂ فراق کی جلن اور نہ آنکھون مین ہجر وجدائی کے آنسو ہین، تو کون تمھارے دعوٰی کی تصدیق کریگا، اسی طرح خدا کی محبت اور پیار کے دعویدار تو بہتیرے ہو سکتے ہین مگر اس غیر محسوس کیفیت کی مادی نشانیان اور ظاہری علامتین اس کے احکام کی پیروی اور اس کے رسول کی اطاعت ہے، خدا کے رسول کو اس اعلان کا حکم ہے

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران)

اگر تم کو خدا سے محبت ہے تو میری پیروی کرو کہ خدا بھی تم کو پیار کریگا،

طبقات انسانی مین متعدد ایسے گروہ ہین جن کو خدا کی محبت اور پیار کی دولت ملی ہے،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (مائدہ)

خدا نیکی کرنے والون کو پیار کرتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (بقرہ)

خدا توبہ کرنے والون کو پیار کرتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران)

خدا توکل کرنے والون کو پیار کرتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (مائدہ)

خدا منصف مزاجون کو پیار کرتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (توبہ)

خدا پرہیزگارون کو پیار کرتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ (صف)

خدا ان کو پیار کرتا ہے جو اس کے راستہ مین لڑتے ہین،

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (آل عمران)

اور خدا صبر کرنے والون کو پیار کرتا ہے،

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (توبہ)

اور خدا پاک صاف لوگون کو پیار کرتا ہے،

دنیا کے عیش ومسرت، باغ وبہار، شادی وخوشی مین اگر کوئی خیال کا نماسا

چھپتا ہے، اور ہمیشہ انسان کے عیش و سرور کو مکدر اور منغص بنا کر بے فکری کی بہشت کو، فکر و غم کی جہنم بنا دیتا ہے تو وہ ماضی اور حال کی ناکامیون کی یاد اور مستقبل کی بے اطمینانی ہے، پہلے کا نام حزن و غم ہے، اور دوسرے کا نام خوف و دہشت ہے، غرض غم اور خوف یہی دو کانٹے ہین، جو انسانیت کے پہلو مین ہمیشہ چبھتے رہے ہین لیکن جو محبوب حقیقت کے طلبگار اور اس کے دالہ و شیدا ہین، اُنکو بشارت ہے کہ اونکا چمنستان عیش اس خارزار سے پاک ہوگا،

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس)

ہان! خدا کے دوستون کو نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے،

محبت کا جو جذبہ بڑے کو چھوٹے کے ساتھ احسان، نیکی، درگذر اور عفو و بخشش پر آمادہ کرتا ہے اس کا نام "رحم" اور "رحمت" ہے، اسلام کا خدا اتمامتر رحم ہے، اس کی رحمت کے فیض سے عرصۂ کائنات کا ذرہ ذرہ سیراب ہے، اوسکا نام رحمان و رحیم ہے، جو کچھ یہان ہے سب اوسکی رحمت کا ظہور ہے، وہ نہ ہو تو کچھ نہ ہو، اسی لیے اوسکی رحمت سے ناامیدی جرم اور مایوسی گناہ ہے، مجرم سے مجرم اور گنہگار سے گنہگار کو وہ نوازنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ و تیار ہے، گنہگارون اور مجرمون کو وہ اپنے بندے، کہکر تسلی کا یہ پیام بھیجتا ہے،

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (زمر)

اے پیغمبر! میرے ان بندون کو پیام پہنچا دے، جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہون، اللہ یقیناً تمام گناہون کو بخش سکتا ہے کہ وہی بخشش کرنے والا اور رحم کھانے والا ہے،

فرشتے حضرت ابراہیم کو بشارت سناتے ہین تو کہتے ہین،

فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ

ناامیدون مین سے نہ ہو،

خلیل اللہ اس رمز سے ناآشنا نہ تھے، کہ مرتبۂ خلت محبت سے مافوق ہے، جواب دیا:

وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (حجر)

اپنے پروردگار کی رحمت سے گمراہ لوگون کے سوا کوئی اور مایوس نہین ہوتا،

خدا پر بندون کی جانب سے کوئی پابندی عائد نہین، مگر اُس نے خود اپنی رحمت کے اقتضا سے اپنے اوپر کچھ چیزین فرض کرلی ہین، منجملہ ان کے ایک **رحمت** ہے، خدا مجرمون کو سزا دے سکتا ہے، وہ گنہگارون پر عذاب بھیج سکتا ہے، وہ سیہ کارون کو اُن کی گستاخیون کا مزہ چکھا سکتا ہے، وہ غالب ہے، وہ قاہر ہے، وہ جبار ہے، وہ منتقم ہے، لیکن ان سب کے ساتھ وہ غفار و غفور ہے، رحمان و رحیم ہے، رؤف و عفو ہے، اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ اُس نے اپنے اوپر رحمت کی پابندی خود بخود عاید کرلی ہے، اور اپنے اوپر اُس کو فرض گردان لیا ہے،

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (انعام)

اللہ نے از خود اپنے اوپر مہربانی کرنے کو لازم کرلیا ہے،

قاصد خاص کو حکم ہوتا ہے کہ ہمارے گنہگار بندون کو ہماری طرف سے سلام پہنچاؤ اور تسلی کا یہ پیام دو کہ اس کا باب رحمت ہر وقت کھلا ہے:

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (انعام)

اے پیغمبر! جب تیرے پاس وہ آئین جو میری آیتون پر یقین رکھتے ہین تو ان کو کہہ کہ تم پر سلامتی ہو، تمھارے پروردگار نے اپنے اوپر از خود اپنے بندون پر مہربان ہونا لازم کرلیا ہے، کہ جو کوئی تم مین سے براہ نادانی برائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرے، اور نیک بنے تو بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے،

قرآن کی تعلیم کے مطابق اس وسیع عرصۂ کائنات کا کوئی ذرہ اس سایۂ رحمت سے محروم نہین

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (اعراف) اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے،

بخاری و ترمذی وغیرہ صحیح حدیثون مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس عالم کو
پیدا کیا، تو اس نے اپنے دست خاص سے اپنے اوپر **رحمت** کی پابندی عائد کرلی، ایک دفعہ آپ نے
فرمایا کہ "اگر مومن کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کے پاس کتنا عقاب ہے تو وہ جنت کی طمع نہ کرتا، اور اگر کافر
کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کی رحمت کس قدر بے حساب ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہوتا" یہ اسلام کے
تخیل کی صحیح تعبیر ہے، بارگاہ احدیت کا آخری قاصد اپنے دربار کی جانب سے گنہگارون کو
بشارت سناتا ہے کہ "اے آدم کے بیٹو! جب تک تم مجھے پکارتے رہوگے اور مجھ سے آس لگائے
رہوگے مین تمھین بخشتا رہونگا خواہ تم مین کتنے ہی عیب ہون، مجھے پروا نہین، اے آدم کے
بیٹو! اگر تمھارے گناہ آسمان کے بادلون تک بھی پہنچ جائین، اور پھر تم مجھ سے معافی چاہو تو مین
معاف کردون خواہ تم مین کچھ ہی عیب ہون مجھے پروا نہین، اے آدم کے بیٹو! اگر پوری
سطح زمین بھی تمھارے گناہون سے بھری ہو، پھر تم ہمارے پاس آؤ، اور میرا کسی کو شریک نہ
بناتے ہو، تو مین بھی تمھارے پاس پوری زمین بھر مغفرت لیکر تمھارے پاس آؤن"، کیا انسانون
کے کانون نے اس رحمت، اس محبت، اس عفو عام کی بشارت کسی اور قاصد کی زبان سے بھی سنی ہے؟

حضرت ابو ایوب صحابی کی وفات کا وقت جب قریب آیا، تو انھون نے لوگون سے کہا
کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی کہ وہ اس کو بخشتا" یعنی
اللہ تعالیٰ کو اپنے رحم و کرم کے اظہار کے لیے گنہگارون ہی کی تلاش ہے کہ نکوکارون کو تو سب ڈھونڈتے
ہین، مگر گنہگارون کو صرف وہی ڈھونڈتا ہے،

دنیا مین انسانون کے درمیان جو رحم و کرم اور مہر و محبت کے عناصر پائے جاتے ہین جنکی
بنا پر دوستون، عزیزون، قرابت دارون، اولادون مین میل ملاپ اور رسم و محبت ہے،

اور جسکی بنا پر دنیا مین عشق و محبت کے یہ مناظر نظر آتے ہین، تم کو معلوم ہے کہ یہ اوس شاہد حقیقی کے سرمایۂ
محبت کا کتنا حصہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے
کیے، ان مین سے ایک حصہ اپنی مخلوقات کو عطا کیا، جس کے اثر سے وہ ایک دوسرے پر باہم رحم
کیا کرتے ہین، باقی ننانوے حصے خدا کے پاس ہین" اس لطف و کرم، اور مہر و محبت کی بشارتین کس مذہب
نے انسانون کو سنائی ہین، اور کس نے گنہگار انسانون کے مضطرب قلوب کو اس طرح تسلی دی ہے؟

صحیح **بخاری** مین ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک شخص شراب خواری کے جرم مین بار بار گرفتار ہو کر آنحضرت
صلعم کی خدمت مین پیش ہوا، صحابہ نے تنگ آکر کہا، "خداوندا! تو اپنی لعنت اس پر نازل کر کہ کس قدر
بار بار لایا جاتا ہے"، رحمۃ للعالمین کو صحابہ کی یہ بات ناپسند آئی، فرمایا "اس پر لعنت نہ کرو کہ اس کو خدا
اور رسول سے محبت ہے"،

ابن ماجہ مین ہے کہ مدینہ مین ایک غریب مسلمان نے وفات پائی، اس کا غم کس نے کیا ہوگا؟
ہان اس دل نے جو دنیا کا غم خوار بنکر آیا تھا، اس کے فراق ظاہری سے چہرۂ مبارک پر اندوہ و ملال
کے آثار تھے، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم! آپ کو اس مرنے والے کی موت کا غم ہے فرمایا،
"ہان کہ اس کو خدا اور رسول سے محبت تھی" اس غریب مین اس محبت کا اثر یہ تھا کہ وہ ہمیشہ زور زور
سے قرآن پڑھا کرتا تھا، **صحیحین** مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک صاحب کو
کسی جماعت کا افسر بنا کر بھیجا تھا، وہ جب نماز پڑھاتے تھے، تو ہر نماز مین ہر سورہ کے آخر مین قل ھو اللہ
ضرور پڑھتے تھے، جب سفر سے یہ جماعت لوٹ کر آئی تو خدمت اقدس مین حاضر ہو کر، اس نے یہ
واقعہ عرض کیا، فرمایا اون سے پوچھو کہ اب وہ ایسا کیون کرتے ہین، لوگون نے پوچھا تو انھون نے
جواب دیا، کہ یہ مین اس لیے کرتا ہون کہ اس سورہ مین رحم والے خدا کی صفت بیان ہے،

---

[1] یہ حدیثین، دوسری صحیح کتابون مین بھی ہین، مگر میرے پیش نظر اس وقت جامع ترمذی ہے (ابواب الدعوات) ہے

تو مجکو اس کے پڑھنے سے محبت ہے"، فرمایا "ان کو بشارت دو کہ وہ رحم والا خدا بھی ان سے محبت کرتا ہے"

صحیح **بخاری** اور **مسلم** مین متعدد طریقون سے حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے، خدمت والا مین حاضر ہوکر دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ! قیامت کب آئیگی"، فرمایا "تم نے اس کے لیے کیا سامان رکھا ہے" نادم ہوکر شکستہ دلی سے عرض کی "کہ یا رسول اللہ! میرے پاس نہ تو نمازون کا نہ روزون کا اور نہ صدقات وخیرات کا بڑا ذخیرہ ہے جو کچھ سرمایہ ہے وہ خدا اور رسول کی محبت کا ہے اور بس!" فرمایا "تو انسان جس سے محبت کریگا، وہ اسی کے ساتھ رہیگا"، صحابہ نے اس بشارت کو سنکر اس دن بڑی خوشی منائی،

صحیح **مسلم** کی روایت ہے، کہ آپنے فرمایا جب خدا کسی بندہ کو چاہتا ہے تو فرشتۂ خاص جبریل سے اس کا تذکرہ کرتا ہے، کہ مین فلان بندہ کو پیار کرتا ہون، تو جبریل بھی اوسکو پیار کرتے ہین، اور آسمان مین پکار دیتے ہین، کہ خدا اس بندہ کو پیار کرتا ہے تم بھی پیار کرو، تو آسمان والے بھی اوسکو پیار کرتے ہین، اور پھر زمین مین اوسکو ہردلعزیزی اور حسن قبول حاصل ہوتا ہے،

ترمذی مین ہے کہ حضرت ابوہریرہ رسول اللہ صلعم سے راوی ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ "میرا بندہ اپنی طاعتون سے میری قربت کو اس قدر ڈھونڈھتا ہے کہ مین اس سے محبت کرنے لگتا ہون، یہانتک کہ مین اوسکی وہ آنکھ ہوجاتا ہون جس سے وہ دیکھتا ہے، وہ کان بن جاتا ہون جس سے وہ سنتا ہے وہ ہاتھ بنجاتا ہون جس سے وہ پکڑتا ہے"،

امام بزار نے **مسند** مین حضرت ابوسعید سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "مین ان لوگون کو پہچانتا ہون جو نبی ہین اور نہ شہید ہین، لیکن قیامت مین ان کے مرتبہ کی بلندی پر انبیا اور شہدا بھی رشک کرینگے، یہ وہ لوگ ہین جن کو خدا سے محبت ہے اور جن کو خدا پیار کرتا ہے، وہ اچھی باتین بتاتے ہین اور بری باتون سے روکتے ہین" الخ

ترمذی مین حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا لوگو! خدا سے محبت کرو کہ وہ تمھین اپنی نعمتین عطا کرتا ہے، اور خدا کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے سبب میرے اہل بیت سے محبت کرو،

جو کچھ اسلام کی تعلیم تھی، وہ پیغمبر اسلام کی عملی زندگی تھی،

عام مسلمانون مین پیغمبر اسلام کا لقب "حبیب خدا" ہے دیکھو کہ حبیب ومحبوب مین خلوت اور محبت کے کیا کیا ناز ونیاز ہین، آپ خشوع وخضوع کی دعاؤن مین، اور خلوت کی ملاقاتون مین کیا ڈھونڈھتے اور کیا مانگتے تھے، کیا چاہتے اور کیا سوال کرتے تھے؛ امام احمد اور بزار نے مسند مین، ترمذی نے جامع مین، حاکم نے مستدرک مین، اور طبرانی نے معجم مین متعدد صحابیون سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلعم اپنی دعاؤن مین **محبت الہی** کی دولت مانگا کرتے تھے، انسان کو اس دنیا مین سب سے زیادہ محبوب اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان ہے، لیکن محبوب خدا کی نگاہ مین یہ چیزین ہیچ تھین، دعا فرماتے تھے خداوندا!

اسئلک حبک وحب من یحبک وحب عمل یقرب الی حبک (احمد، ترمذی، حاکم)	مین تیری محبت مانگتا ہون، اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اوسکی محبت، اور اس کام کی محبت جو تیری محبت سے قریب کردے
اللھم اجعل حبک احب الی من نفسی واھلی ومن الماء البارد، (ترمذی، حاکم)	الہی تو اپنی محبت کو جان سے اہل وعیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر مین محبوب بنا،

عرب مین ٹھنڈا پانی، دنیا کی تمام دولتون اور نعمتون سے زیادہ گران اور قیمتی ہے لیکن حضور کی پیاس اس مادی پانی کی خنکی سے نہین سیر ہوتی تھی وہ صرف محبت الہی ہی کا زلال خالص تھا جو اس تشنگی کو تسکین دیسکتا تھا، عام انسان، روٹی سے جیتے ہین، مگر ایک عاشق الہی (مسیح) کا قول ہے کہ "انسان صرف روٹی سے نہین جیتا"، پھر وہ کون روٹی ہے جس کو کھا کر انسان

پھر کبھی بھوکا نہین ہوتا، حضور دعا فرماتے ہین،

اللّٰھم ارزقنی حبک وحب من ینفعنی — خداوندا! تو مجھے اپنی محبت اور اسکی محبت جو تیری محبت

من حبک (ترمذی) — کی راہ مین نافع ہو مجھے روزی کر،

عام ایمان، خدا اور رسول پر یقین کرنا ہے، مگر جانتے ہو کہ اس راہ کی آخری منزل کیا ہے؟

صحیحین مین ہے:

من کان اللہ ورسولہ احب — یہ کہ خدا اور رسول کی محبت کے آگے تمام ماسوا

الیہ مما سواھما — کی محبتین ہیچ ہوجائین،

بعض مذاہب کو اپنی اس تعلیم پر ناز ہے کہ وہ انسانون کو یہ سکھاتے ہین، کہ وہ اپنے خدا کو ماں، باپ سمجھین اور اُن سے اوسی طرح محبت کرین، اور چونکہ اسلام نے اس طریقۂ تعبیر کو اس بنا پر کہ وہ شرک کا راستہ ہے، ممنوع قرار دیا ہے، اس لیے وہ یہ سمجھتے ہین کہ اسلام محبت الٰہی کے مقدس جذبات سے محروم ہے، لیکن جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ یہ نہین بلکہ اسلام کی بلندی نظر او محبت کا علوے معیار ان مذاہب کے پیش کردہ نظر و معیار کو پست تر اور فروتر سمجھتا ہے، قرآن مجید کی یہ آیت پاک بھی اس دعوای کے ثبوت مین پیش کی جاچکی ہے،

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم — تم خدا کو اسطرح یاد کرو جس طرح اپنے باپ کو یاد

او اشد ذکرا — کرتے ہو، بلکہ اس سے بہت زیادہ،

احادیث سے ہمارا یہ دعوی اور بھی زیادہ واضح ہوجاتا ہے، لڑائی کا میدان ہے، دشمنون مین بھاگ دوڑ مچی ہے جس کو جہان امن کا گوشہ نظر آتا ہے، اپنی جان بچا رہا ہے، بھائی بھائی سے، ماں بچہ سے، بچہ ماں سے الگ ہے، اسی حال مین ایک عورت آتی ہے، اس میدان حشر مین اس کا بچہ گم ہوگیا ہے، محبت کی دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ جو بچہ بھی اوسکو سامنے نظر آجاتا ہے

بچہ کے جوش محبت مین اس کو چھاتی سے لگا لیتی ہے، اور اسکو دودھ پلا دیتی ہے، رحمۃ للعالمین کی نظر پڑتی ہے، صحابہ سے مخاطب ہوکر فرماتے ہین، "کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچہ کو اپنے ہاتھ سے دہکتی آگ مین ڈال دے؟" لوگون نے عرض کی، "ہرگز نہین" فرمایا تو جتنی محبت ماں کو اپنے بچہ سے ہے خدا کو اپنے بندون سے اس سے بہت زیادہ محبت ہے، (صحیح بخاری، باب رحمۃ الولد)

ایک دفعہ ایک غزوہ سے آپ واپس تشریف لا رہے ہین، ایک عورت اپنے بچہ کو گود مین لیکر سامنے آتی ہے، اور عرض کرتی ہے "یا رسول اللہ! ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے، کیا خدا کو اپنے بندون سے اوس سے زیادہ نہین ہے؟" فرمایا "ہان" "بیشک اس سے زیادہ ہے" بولی، "تو کوئی ماں تو اپنی اولاد کو خود آگ مین ڈالنا گوارا نہ کریگی" یہ سنکر فرط اثر سے آپ پر گریہ طاری ہوگیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا، "خدا اُس بندہ کو عذاب دیتا ہے، جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے، (سنن نسائی، باب ما یرجی من الرحمۃ)

آپ ایک مجلس مین تشریف فرما ہین، ایک صحابی چادر مین ایک پرند کو مع اس کے بچون کے باندھ کر لاتے ہین، اور واقعہ عرض کرتے ہین کہ "یا رسول اللہ! مین نے ایک جھاڑی سے ان بچون کو اٹھا کر کپڑے مین لپیٹ لیا، ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی، مین نے ذرا سا کپڑے کو کھول دیا تو وہ فوراً آکر میرے ہاتھ پہ بچون پر گر پڑی، ارشاد ہوا "کیا بچون کے ساتھ ماں کی اس محبت پر تم کو تعجب ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجکو حق کے ساتھ مبعوث کیا، جو محبت اس ماں کو اپنے بچون کے ساتھ ہے، خدا کو اپنے بچون کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ ہے" (مشکوۃ بحوالہ ابوداود، باب رحمۃ اللہ)

ربانی خمخانۂ عشق کا آخری ہوشمند سرشار، ریاض محبت کی بہار جاودان کا آخری نغمہ خوان عندلیب، نظارۂ جمال حقیقت کا پہلا مشتاق، مستور ازل کے چہرۂ زیر نقاب کا پہلا بند کشا،

زندگی کے آخری گھنٹون مین ہے، مرض کی شدت ہے، بدن بخار سے جل رہا ہے، اٹھکر چل نہین سکتا لیکن یک بیک وہ اپنے مین ایک اعلان خاص کی طاقت پاتا ہے، مسجد نبوی مین جان نثار حاضر ہوتے ہین، سب کی نظرین حضور کی طرف لگی ہین، نبوت کے آخری پیغام سننے کی آرزو ہے، دفعۃً لب مبارک وا ہوتے ہین، تو یہ آواز آتی ہے، لوگو! مین خدا کے سامنے اس بات کی برأت کرتا ہون کہ انسانون مین میرا کوئی دوست ہے، میرا پیار صرف ایک ہی ہے، وہی جسنے ابراہیم کو اپنا پیارا بنایا" یہ تو وفات سے پہلے کا اعلان تھا، عین حالت نزع مین زبان مبارک پر یہ کلمہ تھا، "خداوندا! بہترین رفیق" (صحیح بخاری وفات)

پروفیسر نکلسن ایک دفعہ غور سے ان صفحات کو پڑھ لین، یہ سچ ہے، کہ اسلام رحمت الہی کے ساتھ غضب الہی کا بھی معتقد ہے، مگر جانتے ہو کہ اسلام کے عقیدہ مین اوسکی رحمت وغضب کا باہمی توازن کیا ہے، خدا فرماتا ہے،

رحمتی سبقت غضبی (بخاری) میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے،

علم الکلام

مولانا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بعہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل مجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ ناپید ہوگئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت ۶ر

"منیجر"

بائبل اور تحریم مے نوشی

نوشتہ:

مورس اے غلیب صاحب

مترجمہ:

ظہیر احسن صاحب پھلواروی، متعلم دار العلوم ندوہ،

دار العلوم ندوہ کے ایک ہونہار طالب العلم کی یہ علمی ومذہبی کوشش، امید ہے کہ قدر کے قابل ہوگی ندوہ نے انگریزی داں علما پیدا کرنیکی جس تجویز پر عمل کیا اس کے مفید نتائج کی یہ مضمون ایک واضح دلیل ہے

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ انجیل نے شراب کے استعمال یا شراب سازی اور اسکی بیع وشرا کو کبھی ناجائز نہیں کیا، فی الحقیقت ایسی بات کا اشارۃً بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات کی طرف منسوب کرنا بڑی ہی گستاخی ہو کہ اگر وہ دنیا میں موجود تے تو ایک ایسی رسم کی تائید کرتے جس سے قتل وغارتگری، تباہی وبربادی کو فروغ ہوتا، وہ لوگ صرف ایک دلیل اپنے قول کے اثبات میں پیش کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے باوجود اسکے کہ آپ کے زمانہ میں شراب کا استعمال جاری تھا لیکن منع نہیں فرمایا نیز کہ انجیل نے متعدد بار شراب نوشی کا تذکرہ کیا ہے لیکن کہیں بھی اسے ناجائز نہیں ٹھرایا ہے، مگر اسی طور سے بہتیرے افعال جو مسلمہ طور سے قبیح اور برے ہیں اون کا بائبل میں ذکر ہی نہیں، یا کم از کم صریح الفاظ میں انکو ممنوع قرار نہیں دیا گیا، رومۃ الکبریٰ کے ظلم وتعدی کی کوئی حد نہیں تھی لیکن کہیں بھی حضرت مسیح کی کوئی مذمت اسکے متعلق ہم لوگ نہیں پاتے بلکہ برخلاف اسکے آپ نے فرمایا "جو چیزیں قیصر کی ہیں قیصر کو دیدو" نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہیں بھی عورتوں کی گری ہوئی پوزیشن کے متعلق صریحاً کچھ نہیں فرمایا، غلامی کے خلاف بھی آپ نے کوئی آواز بلند نہ فرمائی، تو کیا یہ امور برے نہیں سمجھے جائینگے؟

اصل یہ ہے کہ عبرانی زبان میں مختلف الفاظ مختلف شرابوں کے لئے استعمال کئے گئے ہیں، یونانی زبان میں شراب کے اوصاف اور اقسام کا بہت کم لحاظ کیا گیا ہے، صرف ایک ہی لفظ ہر قسم کی شراب کے لئے ہے انگریزی میں بھی یہی حال ہے، اس لئے وہ باریک فرق جو عبرانی زبان کے مختلف ہم معنی الفاظ میں پایا جاتا ہے ہماری زبانوں میں مفقود ہو جاتا ہے، لہٰذا ہمارے استدلال کا معیار عبرانی انجیل ہونی چاہئے اس کے تراجم نہیں،

عبرانی ایک محدود زبان ہے لیکن اس میں مترادفات کے ذخیرے حیرت انگیز ہیں اس میں گیارہ مختلف الفاظ جن جن کا ترجمہ "انگوری شراب" کیا جاتا ہے ایسی زبان جس میں ایک درجن الفاظ کا مرادف صرف ایک ہی لفظ ہو وہ باریک مگر ضروری فرق کا کیسے لحاظ کر سکتی ہے بلکہ معنی کے اکثر ضروری پہلو زائل ہو جاتے ہیں، وہ گیارہ الفاظ جن کا ترجمہ ہم انگوری شراب کرتے ہیں سب کے معنی نہ تو محض انگوری شراب کے ہیں اور نہ نشئی شراب کے بلکہ وہ چیز جو پینے کے لئے انگوری شراب سے بنائی جاتی ہے مراد ہے ہمارے قول کا ثبوت عبرانی بائبل کے تین الفاظ اور ان کے معنی سے ملتا ہے، لہٰذا ہر ایک کو فرداً فرداً بیان کیا جاتا ہے،

(۱) پہلا لفظ یائین ہے عبرانی بائبل میں اس کا استعمال ایک سو چالیس مرتبہ ہوا ہے یہ ایک عام لفظ ہے اس کے معنی بلالحاظ اوصاف نشئی اور غیر نشئی شراب کے ہیں، اسی سبب سے شراب کی بحث میں تمام اختلافات اور گڑبڑ بائبل سے پیدا ہوئی، اس کے معنی تمام قسم کے شربت جو انگور سے پینے کے لئے تیار کئے جائیں، ذیل میں اون مقامات کی تصریح ہے جہاں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں،

پیدائش: ۹-۲۱، سموال: ۱-۱۴-۱، اشعیا: ۵-۱-۱، نحمیا: ۵-۱۵-۱، اشعیا: ۵۵-۱،، آلیستھر: ۱-۷-

صفنیا: ۱-۱۳-۱ اس کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ لفظ یائین دونوں موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے یعنی جہاں عنایات و مہربانیاں دکھائی گئیں ہیں یا غیظ و غصہ کا اظہار کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں، جب کبھی مقدس مترجموں کو اس لفظ کے دونوں معنی کی تصریح کرنی ہوتی ہے یعنی "یائین نشئی" اور "یائین غیر نشئی"، تو انہیں کسی خاص محاورہ کی تلاش و جستجو ہوتی ہے، لہٰذا ان دونوں

لفظوں کی صراحت ضروری ہے،

(۲) (tirosh) ٹیروش کے معنی بے خمیر غیر نشئی شراب کے ہیں، اس کا استعمال نیک اور اچھے لوگ کرتے ہیں اس لئے ہمیشہ آسمانی ستایش کا موجب رہی ہے، یہ عبرانی بائبل میں ۳۸ جگہ مذکور ہے، اور اس کا ذکر اکثر گندم اور روغن کے ساتھ ہوتا ہے، اور اس کی جگہ خدا کی خاص نعمتوں میں ہے جہاں یہ الفاظ استعمال کئے گئے اون کی تصریح حسب ذیل ہے:-

پیدائش: ۲۷-۲۸ عدد: ۱۸-۱۲-۱ استثنا: ۱۲-۱۷-۱ قضاۃ: ۹-۱۲-سلاطین دوم: ۱۸-۳۲-

ایام دوم: ۳۱-۵-نحمیا: ۵-۱۱-زبور: ۴-۷-امثال: ۳-۱۰- اشعیا: ۲۴-۷-یرمیا: ۳۱-۱۲-

ہوشیع: ۲-۸-یوائیل: ۱-۱۰-۱ میکا: ۶-۱۵-حجی: ۱-۱۱-زکریا: ۹-۱۷ ہر ذی عقل شخص ان مواقع کو جہاں اس کا استعمال ہوا ہے پڑھنے کے بعد بخوبی سمجھ لے گا کہ یہ ٹیروش ایسی ہی بے ضرر چیز ہے جیسے گندم اور روغن "ٹیروش" کا استعمال ہمیشہ غیر نشئی شراب کے لئے ہے، بخلاف اس کے عبرانی بائبل میں ایک دوسرا لفظ ہے جو ہمیشہ خمیر دار نشئی شراب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور وہ لفظ "شیکر" (shekar) ہے اس کا استعمال برابر مذموم اور برا کیا گیا ہے، اور نیز ممنوع بھی ہے، یہ عبرانی بائبل میں بیالیس موقعوں پر آیا ہے، انیس (۱۹) مرتبہ بطور فعل اور تئیس (۲۳) بار بطور اسم مستعمل ہے، انگریزی بائبل میں اس کا ترجمہ "قوی شراب" ہے اس لفظ کو جہاں کہیں بطور اسم استعمال کیا گیا ہے اگی صراحت بہتر ہے لہٰذا اون الفاظ کے استعمال کی تصریح درج ذیل ہے:-

احبار: ۱۰-۹-عدد: ۲۸-۷-استثنا: ۲۹-۶-قضاۃ: ۱۳-۴-سموال یکم: ۱-۱۴-امثال ۲۰-۱

اشعیا: ۵-۱۱-میکا: ۲-۱۱-ان لفظوں کے مطالعہ کے بعد ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ بائبل نے ہرگز شراب کے استعمال کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ اوس کو مذموم اور ناجائز قرار دیا ہے، اس کا ثبوت پرانے عہد نامے یعنی توراۃ و زبور کے اس ترجمہ سے ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۲۰۰ برس پہلے کیا گیا تھا، لفظ "یائین" کا ترجمہ ہمیشہ لفظ "اوائنوس" (oinos) سے کیا گیا ہے، اس سے ایک حد تک مغالطہ

پڑتا ہے، غالباً اس لئے کہ یونانی زبان میں مترادف الفاظ بہت کم ہیں، اس زبان میں "بے خمیر غیر منشی شراب" کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں، اور شاید یہی بہترین لفظ تھا جو اس مطلب کو ادا کرنے کے لئے استعمال کیا گیا، اس لئے کہ شراب کی ہر قسم کے لئے "اوائنس" (Oinos) ہی کا لفظ موضوع ہے، لیکن لفظ "شیکر" (Shekar) یعنی خمیردار منشی شراب کا ترجمہ "اوائنس" سے نہیں کیا گیا، اس لئے یہ بین ثبوت ہے کہ "شیکر" سے ایک ہی قسم کی شراب مراد نہیں، ان دو لفظوں میں بہت بڑا فرق ہے، سات بار لفظ "شیکر" کا ترجمہ یونانی بائبل میں لفظ میتھو (Methuo) سے کیا گیا ہے جس کے معنی "میں مخمور ہوں" ہوتے ہیں، بارہ[12] جگہ لفظ "شیکر" کو ہیلینک زبان کے لفظ "سیکرا" سے تعبیر کیا گیا اس صورت سے یہ لفظ نئے عہد نامہ میں بھی ایک بار درج ہے جب یہ خیال کیا جائے کہ مترجمین نے لفظ شیکر کے ترجمہ میں ایسا طرز اختیار کیا ہے کہ ترجمہ کا ابتذال ظاہر ہو جاتا ہے، یہ سب باتیں پوری طرح ثابت کرتی ہیں کہ بائبل اعتدال کو پسند کرتی ہے، شراب کو مذموم و ممنوع اور اس کے خرید و فروخت کو ناجائز قرار دیتی ہے،

معارف:

عین اس وقت جب یہ مضمون چھپنے کے لئے مطبع میں جا رہا تھا، رانی کھیت کی "پہاڑی" سے ایک دوست مولوی راغب جیلانی صاحب بدایونی نے یاد فرمایا، خط میں تحریر تھا کہ آج کل یہاں (رانی کھیت میں) ایک عیسائی مصلح سے دوستانہ مذہبی گفتگو جاری ہے، وہ ٹمپرنس سوسائٹی کے ممبر ہیں اور ترک شراب نوشی کا وعظ کہتے پھرتے ہیں، انھوں نے اپنے عیسائی دوست سے کہا "کہ اگر یہ سچ ہے کہ شراب ایسی ہی بری چیز ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں تو اس مذہب کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے جو نہ صرف یہ کہ شراب نوشی سے منع نہیں کرتا، بلکہ اس کے انبیا تک اس مذموم عادت میں گرفتار پائے جاتے ہیں، اوس کا "ناسوتی خدا" عمر کا سب سے پہلا معجزہ پانی کو شراب بنا کر پیش کرتا ہے اور پھر زندگی کے آخری لمحہ میں شراب کو اپنا خون بنا کر شاگردوں کو پلاتا ہے، اور اس وقت سے تو آج تک اوس کے نام پر یہ شراب نوشی مذہب کے مقدس رسموں میں داخل تھی، اور آج

بھی رومن کیتھولک فرقہ میں داخل ہے،"

"اون کے عیسائی دوست نے جواب دیا کہ یہ مترجمین کی غلطی ہے جنھوں نے "بے ضرر افشردہ انگور" کو شراب سے تعبیر کر کے لوگوں کو غلطی میں ڈال دیا ہے چنانچہ اصل عبرانی میں صحیح لفظ دیکھنا چاہئے، "چنانچہ عجب نہیں کہ یہ مضمون ہمارے عیسائی دوست کی تائید کے کام آئے گا،

اللہ اکبر! خیالات کا انقلاب بھی کس قدر حیرت انگیز منظر ہے، عیسائی ملکوں میں جب غلامی رائج تھی تو توراۃ و انجیل کی سطروں میں اوس کے جواز و حلت پر فقروں کے فقرے ملتے تھے، امریکہ کی نوآبادی نے جب یورپ کے عیسائی ملک گیروں میں باہم رشک اور مقابلہ پیدا کر دیا، اور اسپین اپنے کاشتکار غلاموں کی بھیڑ سے انگلستان کو صدمہ پہنچانے لگا تو غلامی کے عدم جواز کا قانون منظور ہوا، اور وہ خلاف انسانیت فعل ٹھہرا، اور پھر توراۃ و انجیل کے ہر صفحہ میں اوس کے عدم جواز اور حرمت کے احکام ملنے لگے، حالانکہ یہ وہی عیسائی قومیں تھیں جن سے ہر سال بغداد کے تخت نشین کشور کشا ایشیائے کوچک کے کسی نہ کسی شہر میں مسلمان گرفتار غلاموں کی رہائی کے لئے میلے لگایا کرتے تھے، جنگ صلیبی کے زمانہ میں جب ابن جبیر اسپین سے مکہ آتے ہوئے سسلی میں گذرتا ہے تو ان مسلمان غلاموں کی حالت پر وہ آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے،

کل تک شراب یورپ کے کلیساؤں میں جائز اور مباح تھی، اور انبیا اور مقدسوں کا طرز عمل اس پر گواہ تھا لیکن آج جب جنگ عظیم نے یورپ کی اخلاقی کمزوریوں کا پردہ فاش کر دیا، اور ان کمزوریوں کی تہ میں شراب نوشی کی عادت بنیاد کا پتھر قرار پائی تو حکومت کے ایوانوں سے اس کی حرمت کے قانون اور مذہب کے کلیساؤں سے اس کے عدم جواز کے فتوے صادر ہونے لگے، روس کی مملکت میں سب سے پہلے شراب کے خم توڑے جاتے ہیں، پھر امریکہ میں نہ صرف شراب پینا بلکہ اوس کی تجارت بھی حرام کی جاتی ہے، انگلستان کے شاہی محل سے "معصوم دختر رز" کا اخراج عمل میں آتا ہے، تو یکایک انیس[19] صدیوں کے بعد عیسائی مصلحین کو وہ فعل مذموم اور کم از کم تین چار صدیوں کے بعد ترجمہ کی غلطی بھی نظر آتی ہے، انگریزی ترجمہ کا رواج تو چند صدیوں سے زائد نہیں، کیا اس سے پہلے

جو بائبل کے الفاظ پڑھے جاتے تھے، کیا وہ اگر اس فعل کو مذموم ٹھہراتے تھے تو کیا اس کے خلاف کوئی مذہبی آواز بائبل کے الفاظ کے حوالوں سے اُٹھائی گئی،

توراۃ کو چھوڑ کر کل تک جب مسلمان عبرانی انجیل کا مطالبہ کرتے تھے تو عیسائی مناظر کہتے تھے کہ انجیل اصل میں یونانی میں لکھی گئی تھی، اب آج شراب کی بحث میں یہ کیا مدہوشی ہے کہ اسکی اصل اب عبرانی بتائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اصل عبرانی میں شراب کے مختلف اقسام کے لئے مرادفات بکثرت ہیں، اور چونکہ یونانی میں ایک ہی دو لفظ تھے، اس لئے تراجم میں غلطی پیش آئی، یہی وہ موقع ہے جب صحیفۂ آسمانی کے اصل الفاظ کی تلاش و جستجو ہوتی ہے، لیکن وہ مذہب جواب تک یہ نہ طے کر سکا کہ اوس کا صحیفۂ آسمانی درحقیقت پہلے کس زبان میں تھا وہ کیا کسی مسئلہ میں اپنی کتاب کے اصل الفاظ سے ثبوت پیش کر سکتا ہے،

کیا مورس اے فلیپ صاحب یا اون کے ہم خیال عیسائی مصلحین جن کو بائبل میں شراب مذموم اور حرام نظر آتی ہے، اور عبرانی میں تین قسم کے الفاظ شراب کے لئے اون کو ملتے ہیں، وہ بتا سکتے ہیں کہ نوح کی وہ کون سی شراب تھی جس سے نشہ میں آکر انھوں نے اپنے کو ننگا کر لیا تھا، (تکوین ۹ - ۲۰) اقسام ثلثہ میں سے وہ کونسا "بے ضرر افسردہ انگور" تھا جس کو پلا کر لوط سے دو مرتبہ فرزند پیدا کرائے گئے، اور اس کے پینے سے وہ اپنے ہم بستر کو نہ پہچان سکا اور ایک دفعہ کے پینے کے بعد پھر دوسری دفعہ پیا اور ہوش میں آکر پلانے والے سے کوئی بازپرس نہ کی (تکوین ۱۹ - ۳۲)،

مسلمانوں کیلئے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ بالآخر داعی حجاز کی اوس آواز کو جو ۱۳۳۳ برس پہلے قسطنطنیہ کی مسیحیت کو دی گئی تھی اور اس نے اوس کے سننے سے انکار کر دیا تھا آج یورپ اور امریکہ کی مسیحیت سننے پر آمادہ ہے، اور نہ صرف شراب نوشی بلکہ ٹھیک احکام اسلامیہ کے مطابق اوس کی تجارت کو بھی مسدود کرنا چاہتی ہے،

مترجمات

سوئٹزرلینڈ میں عربوں کی فتوحات

مترجمہ: مولوی ابو الحسنات صاحب ندوی،

انقلاب زمانہ کا یہ کس قدر حسرت ناک واقعہ ہے کہ آج ہم جن ممالک کو قبلۂ مراد سمجھکر اپنی مرادین مانگنے کے لیے وہان عاجزانہ حاضر ہوتے ہین وہ کبھی ہمارے اسلاف کے چمنستان عیش و اقبال رہ چکے ہین، آج ہم اظہار عجز و اطاعت کے لیے جس سرزمین کی خاک سے اپنی جبین غبار آلود کر لیتے ہین وہ کبھی ہمارے فتحمند اسلاف کے سمند اقبال کے سمون سے پامال رہ چکی ہو اور آج ہم جن قومون سے اپنی قسمت کا فیصلہ چاہتے ہین کبھی خود ان کی قسمت کی باگ ہمارے ہاتھون مین تھی۔ لوگون کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ سرزمین سوئٹزرلینڈ جہان ہم مسلمانون کی قسمتون کا فیصلہ کرنے کے لیے آج مغربی قومین مجتمع ہوئی ہین وہ کبھی ہم مسلمانون کے خیل شوکت و اقبال کا جولانگاہ بھی رہ چکی ہے،

یہ واقعہ تعجب انگیز نہین کہ ہمارا عہد شوکت و عظمت ختم ہو چکا کیونکہ یہان قومون کا عروج و زوال زمانہ کی طبیعت کا ایک ناگزیر حادثہ ہے جس سے کسی قوم کو مفر نہین، معلوم نہین چشم روزگار اب تک انقلاب کے ایسے کتنے تماشے دیکھ چکی ہے اور آئندہ دیکھیگی، یہ بالکل سچ ہے کہ ہمارا کاروانِ اقبال لٹ چکا اور اب اس غارت شدہ کاروان کی عظمت و شوکت کی شہادت اس کے وہ نقش قدم دینگے جو سر راہ آج تک نمایان ہین،

کاروان رفتہ واندازۂ جاہش پیداست　　زان نشانہا کہ بہر راہ گذار افتاد است

ہان یہ بھی سچ ہے کہ مدت سے زمانہ کا زبردست ہاتھ اب ان نشانون کے مٹانے کیلئے
پیہم حرکت کررہا ہے اور وہ دوسری قومون کی طرح ہماری داستان اقبال کو بھی افسانۂ پارینہ
بنادینا چاہتا ہے لیکن با این ہمہ ابھی ایسی بیشمار نشانیان موجود ہین جن سے دنیا ہمین اچھی
طرح پہچان سکتی ہے اور وہ ہماری داستان اقبال کا "افسانۂ پارینہ" نہین بلکہ صحیفۂ عالم کے
ایک "حقیقی واقعہ" کی حیثیت سے مطالعہ کرسکتی ہے،

امیر شکیب ارسلان جو شام کے کوہستان لبنان کے رہنے والے اور دولت و ثروت
کے ساتھ ساتھ گونا گون علمی وادبی قابلیتون کے بھی مالک ہین، وہ علامہ مفتی عبدہ
مصری کے ارشد تلامذہ کی صف مین داخل ہین جب وہ ۱۹۱۹ء مین سفر یورپ کے سلسلہ مین
سوئٹزرلینڈ پہنچے تو ان کو وہان کے علما، کی ملاقات و گفتگو، آثار قدیمہ کے معائنہ اور بعض
تاریخی کتابون کے مطالعہ سے یہ معلوم کرکے بے انتہا حیرت ہوئی کہ فاتح اندلس عرب
خاص سوئٹزرلینڈ تک پہنچے تھے اور ان اطراف وجوانب مین کم وبیش بچاشی، نوے برس
تک ان کی شاندار حکومت قائم رہی، انھون نے ان اطراف مین عربی تمدن وتہذیب
اور عربی صنعت وحرفت کو قابل ذکر ترقی دی تھی جس کے کچھ آثار وعلامات وہان
اب تک، باقی ہین چنانچہ امیر موصوف نے اس باب مین اپنے معلومات کو یکجا فراہم کرکے
رسالہ "آثار" مصر کے دو نمبرون مین شائع کرایا ہے، ذیل کے صفحات خفیف تغیر اور حذف
مکررات کے بعد اسی مضمون کا ترجمہ ہین،

ابوالحسنات ندوی،

مین آج تک، اتنا جانتا تھا کہ عربون نے اسپین فتح کرنے کے بعد جنوبی فرانس پر قبضہ کرلیا تھا

اور وہ دوسری طرف جزائر سارڈینیا اور سسلی وغیرہ کے علاوہ برابطالیہ تک پہنچ گئے تھے لیکن آج کی تاریخ
یعنی ۱۹۱۹ء تک مین اس سے بالکل بیخبر تھا کہ عرب فاتح سوئٹزرلینڈ تک پہنچ گیے تھے، یہان قریب قریب
اسی برس تک ان کی حکومت قائم رہی اور وہ جرمنی کے جنوب مین دریائے کونستانز تک پہنچ گئے تھے جو
قلب یورپ کی حیثیت رکھتا ہے،

سوئٹزرلینڈ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جس نے میری توجہ اس مسئلہ کی جانب منعطف کی وہ سوئٹزرلینڈ
کے مشہور ومعروف مستشرق پروفیسر مس ہین جو ایک مدت تک مصر مین رہ چکے ہین اور میرے استاذ
امام شیخ محمد عبدہ مرحوم اور ان کے درمیان خاص روابط اخلاص ومحبت تھے اول ملاقات مین انھون نے
مجھ سے ایک تاریخی کتاب کا تذکرہ کیا جس کی زبان جرمن اور اس کے مولف کا نام فرڈیناند کلر ہے اور
وہ ۱۸۵۶ء مین زوریخ مین چھپی ہے، اس کتاب سے معلوم ہوا کہ سوئٹزرلینڈ مین عرب آئے تھے، اس کے
بعد مین نے مزید تلاش وجستجو شروع کی تو فرانسیسی مصنف موسیو رینو کی ایک مفصل تصنیف ہاتھ آئی جس مین
انھون نے فرانس، سافوائے، بیامون اور سوئٹزرلینڈ پر مسلمانون کے حملون کی تاریخ لکھی ہے اس کے
علاوہ پھر اور کتابین ملین جن کے مطالعہ سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ عرب سوئٹزرلینڈ تک فتح کرچکے تھے
پھر کتابون کے علاوہ وہان عربون کے بقیہ آثار، عربی نام اور عربی سکے جواب تک محفوظ ہین نظر سے
گذرے ان سبھون سے بھی ثابت ہوا کہ وہان عربی حکومت قائم تھی، اور اسی، بچاشی برس تک عرب
ان اطراف پر حکمران رہے،

ان اطراف مین عربون کی فتوحات کی ابتدا نہایت نادرالوجود وتعجب انگیز طریقہ پر ہوئی، بیان
کیا گیا ہے کہ ۸۹۱ء مین بیس عربون کی چھوٹی سی جماعت ایک کشتی مین سوار ہوکر سواحل اسپین سے روانہ
ہوئی، رستہ مین یہ لوگ منزل مقصود کی راہ بھول گئے اور سمندر کے زبردست تھپیڑے ان کو اطراف
جنوہ (اٹلی) کے ساحل خلیج سان تروپس پر لے آئے، یہ گم کردہ راہ قافلہ وہان اتر پڑا، اور آبادی کی طرف

بڑھا، ان لوگون نے کوہ موروس کے آس پاس والے جنگل کو اپنا کمینگاہ بنالیا اور ادھر اُدھر کے دیہاتون پر چھاپے مارنے لگے، یہ لوگ وہان کے لوگون سے اسی طرح لڑتے، ان کو قید کرتے اور مال غنیمت لیکر اپنی جائے پناہ مین چلے آتے یہان تک کہ رفتہ رفتہ اس طرح ان لوگون نے ان اطراف کی تمام آبادیون کو مغلوب و مطیع کرلیا،

بعض مورخین اس واقعہ کو ان لفظون مین بیان کرتے ہین کہ "بیس بحری غارتگر[1] عرب ساحل اندلس سے سواحل بروفانس واقع جنوبی فرانس کے قصد سے چلے، لیکن مخالف ہوا کے طوفان نے ان کو خلیج غریمو یا خلیج سان تروپس مین پہنچا دیا، یہان یہ لوگ اس طرح خشکی پر اترے کہ قرب وجوار کے باشندون کو ان کی آمد کی کوئی اطلاع نہین ہوئی، اس خلیج کی طبعی حالت ان لوگون کے لیے ایک زبردست مساعد تھی، کیونکہ یہان گھنے جنگل کے علاوہ اس کے ہر چہار طرف سربفلک پہاڑیان تھین جو ان کے لیے محفوظ و مستحکم قلعہ کا کام دیتی تھین، ان لوگون نے اتر کر سب سے قریب کی آبادی پر دفعتہً حملہ کیا اور لوگون کو مقید و مقتول کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے ان کا رعب لوگون پر چھا گیا اور اس طرح یہ عرب ان اطراف کے تمام اہم مقامات پر قابض ہوگئے،

[1] مورخین یورپ جب عربون کے کسی جنگی کارنامہ کو لکھتے ہین تو عموماً نامناسب و ناموزون الفاظ اور جملے استعمال کرجاتے ہین چنانچہ وہ تمام تاریخین جو یورپ کے مقدس پادریون کی تصنیف کی ہوئی ہین اس حقیقت کی بہترین مثالین ہین اس لیے اس قسم کے الفاظ کو نقل کرنے مین کسی مشرقی مصنف کو یہ دھوکا نہ ہونا چاہیے کہ یہ الفاظ صحیح موقع پر استعمال بھی کیے گئے ہین، مثلاً یہان "بحری غارتگر" کا لفظ بھی بالکل اسی نوعیت کا ہے۔ مورخین یورپ کا یہ عام انداز ہے کہ فتح و کشورکشائی کے لیے اگر ایک یورپی جماعت اٹھے تو وہ اس کو انسانیت پر احسان، اس کی بہترین خدمت اور قابل فخر عمل خیر و سعادت لکھین گے لیکن اگر اسی عمل خیر کے لیے کوئی مشرقی جماعت اٹھے، تو وہ اس کو انسانیت پر ظلم، اس کی صعب ترین مصیبت اور ایک بدترین اخلاقی جرم و شقاوت لکھین گے،

جب ان لوگون نے وہان بکثرت مال غنیمت حاصل کیا تو اپین سے اپنی جماعت کے سو آدمی اور بلوائے جن کی آمد سے ان کی طاقت زیادہ ہوگئی اور یہ لوگ اب اور آگے بڑھ کر حملے کرنے لگے، جن آبادیون پر یہ لوگ فتح پاتے وہان کے لوگون سے جزیہ وصول کرتے، ان فتوحات مین ان کے لیے ایک زبردست مساعد ان اطراف کے باشندون کا باہمی اختلاف بھی تھا جس کی وجہ سے خود ان مین کے بعض گروہ بعض دوسرے گروہ کے مقابلہ مین ان کے دست و بازو بنجاتے تھے، غرض اس طرح اس چھوٹی سی جماعت کا زبردست رعب و اقتدار قائم ہوگیا، اور یہ حالت ہوگئی کہ ان مین کا ایک فرد ہزارون کے مقابلہ مین آنے سے بھی نہین جھجکتا تھا، اور چند ہی سال کے بعد ان اطراف کے متعدد مشہور و مستحکم قلعے ان کے قبضہ مین آگئے جن مین سب سے زیادہ اہم اس سلسلہ کوہ کے جو جبال فراکسینیہ کے نام سے مشہور ہے قلعے تھے اور وہان آج بھی ان کے قدیم آثار مین سے ان منہدم عمارتون کے جو قریب قریب فنا ہوچکی ہین بچے کھچے نشانات اور گھر جو پہاڑون ہی مین ان کی چٹانین کاٹکر بنائے گئے ہین اور وہ کنوین جو پہاڑ کی چٹانون مین کھدے ہوئے ہین اب تک باقی رہ گئے ہین،

مورخ رینو نے لکھا ہے کہ انہی واقعات فتح پر نوین صدی عیسوی ختم ہوگئی، دسوین صدی کے آغاز مین یہ عرب سلسلۂ کوہ الپو تک پہنچے اور ۹۰۶ء مین دوفنیا اور کوہ سنیس کے درون سے آگے بڑھکر حدود دیاموں مین نوفالس پر غالب آئے وہان کے دیرون کو لوٹا، راہبون پر سختیان کین اور اہالی اطراف کی بڑی خونریزی کی، عربون کی دست درازیان دیکھکر ان اطراف کے لوگون نے باہم اتحاد و اتفاق کیا ہر چہار جانب سے حملہ آور عربون کو گھیر لیا اور ان کو مقید کرکے دیر ماندراؤس مین رکھا لیکن ان بہادر عرب قیدیون نے کسی طرح بند و زنجیر کو توڑ دیا اور وہ قیدخانہ سے باہر نکلکر دفعتہً اپنے دشمنون پر ٹوٹ پڑے ان لوگون کو سخت ہزیمت دی اور دیر اور شہر کے ایک حصہ کو آگ لگادی۔ اس واقعہ کے بعد ان کے حملے اور زیادہ تیز و تند ہوگئے، یہان تک کہ

فرانس اور اٹلی کے درمیان کا رستہ بند ہوگیا، یہی مورخ لکھتا ہے کہ اس کے بعد عرب علاقہ فالی پر غالب آگئے اور قلب بلاد مرنزون تک پہنچکر دریائے جنیوا (سوئٹزرلینڈ) کے قریب آگئے پھر انھون نے بلاد جورہ جو سوئٹزرلینڈ مین واقع ہین کی طرف پیش قدمی کی، اس زمانہ مین سوئٹزرلینڈ مملکت بورغنیہ مین شامل تھا، عربون کے حملون سے گھبرا کر وہان کی ملکہ کو برا دقلعہ نیوشاتل مین بھاگ گئی جو اس وقت مملکت سوئٹزرلینڈ مین داخل ہے،

مورخ یود براند جس سے ذرنیاندکلرنے واقعات نقل کیے ہین اُس کی روائتین موسیو رنیو کی روایات کے بالکل مطابق و موافق ہین اس نے اس چھوٹی سی عرب جماعت کی شجاعت و دلیری کی جس کی وجہ سے اس نے ان ممالک و بلاد پر بے نظیر فتح و غلبہ حاصل کیا بیحد تعریف کی ہے، اس نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ کس طرح یہ عرب ان اطراف کے طول و عرض مین بخوف و خطر چکر لگاتے، ہر اس شخص پر جو ان کے سامنے آجاتا غالب آتے اور دیرون، کنیسون اور امیرون کے محلون کو لوٹتے تھے، اسی مورخ کی رائے ہے کہ ان عرب حملہ آورون کا مقصد فتح و غلبہ کے بعد ان ممالک پر حکومت کرنا یا وہان کے لوگون کو غلام بنانا نہ تھا، بلکہ اُن کا مقصد صرف سیم و زر اور نفائس اموال کا جمع کرنا تھا چنانچہ وہ لوگ یہی کرتے تھے کہ ادھر اودھر سے مال غنیمت حاصل کرتے اور اس کو قلعہ فراکسینہ مین جمع کرتے تھے، یہان تک کہ جب حالات بدلنے لگے اور ان کے تسلط و غلبہ کا ستارہ ڈوبنے لگا تو اونھون نے تمام اموال غنیمت کو ان جہازون مین رکھکر جو بندرگاہ سان تردلس مین ہر وقت لنگر انداز رہتے تھے اسپین کی راہ لی، اسی مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت اسپین مین جو حکمران خلیفہ تھا اس کو ان غارتگرون کے فتوحات، ان کے سلسلہ کوہ الپو تک فاتحانہ پہنچ جانے اور بیک وقت اٹلی اور سوئٹزرلینڈ مین گھس جانیکی اطلاع نہین تھی اور یہ وہ فتوحات تھین جن کو ان غارتگرون نے اپنے طور پر حاصل کیا تھا اور حکومت کی قوت اس مین شامل نہ تھی،

درسنہ ۹۰۶ء مین عربون کے حملون اور فتوحات کی تاریخ دیر نوفالس مین جو دامن کوہ سینس مین

واقع ہے لکھی پائی جاتی ہے، بیان کیا گیا ہے کہ اس سال سے کچھ پہلے اقطاع بورغوند، سمیکلہ اور کوہ الپو کے ان حصون پر جو اٹلی مین واقع ہین مصیبتین نازل ہوئین، کیونکہ اسی زمانہ مین عرب حملہ آور کوہ سینس پر قابض ہوگئے تھے اور اب ان کے سامنے سافوائے اور سوئٹزرلینڈ کا رستہ کھلا ہوا تھا اس علاقہ مین دیر نوفالس عظیم ترین و غنی ترین دیر تھا وہان کے راہبون نے جب عربون کی آمد آمد کی خبر سنی تو جو کچھ دیر مین مال و دولت، کتابین اور اسباب و سامان تھے سب کو تورینو بھیج دینے کا انتظام کیا تاکہ وہان وہ پوری طرح محفوظ و مصئون رہ سکین لیکن اس سے پہلے کہ وہ ان کو لیکر روانہ ہو سکین حیرت انگیز سرعت کے ساتھ حملہ آور عرب پہنچ گئے اور اُنھون نے تمام اسباب و سامان اور مال و زر پر قابض ہوکر کنیسہ کو آگ لگادی اور راہبون کو قید کرلیا۔ اس زمانہ مین وہ تمام اقطاع ملک جو نہر پو سے نہر رہون تک پھیلے ہوئے ہین اور نیز اقطاع پروفانس، پیامون، ڈوفینیا، مونٹگریٹ اڈرینٹبسہ عربون کی قوت و صولت کی جولانگاہ اور ان کی جنگون حملون اور چیرہ دستیون کی نمائش گاہ بنے ہوئے تھے، اس زمانہ کے امراء، اشراف اور اساقفہ جب روم جانا چاہتے تھے تو وہ اپنی جان کی حفاظت کے خیال سے عربون کو زر نقد دینے پر مجبور ہوتے تھے ورنہ قتل و نہب کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا اور یہ لوگ اکثر فدیہ مین دیرون کے ذخیرہ کی قیمتی اشیاء دیتے تھے،

اس مورخ کا خیال ہے کہ عرب صرف مال و زر کے سلب و نہب پر اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ مرد اور عورتون کو بھی قیدی اور غلام بنالیتے تھے (جیسا کہ خود اہل فرنگ عربون کے ساتھ کیا کرتے تھے) اور اگر کبھی کوئی ملکی شخص کسی عرب کو قتل کردیتا تھا تو قاتل کے خاندان یا اوسکی قوم سے نہایت سخت انتقام لیتے اور کبھی اس کے لیے شہر کو آگ لگادیتے تھے (جیسا کہ آج متمدن قومین آبادیون پر طیارے کے ذریعہ سے گولے برسا کر جن سے بیگناہ مرد، عورتین بچے اور مسافر تک ہلاک ہوتے ہین کسی ایک شخص کے جرم و مقاومت کا انتقام لیتی ہین، اس مین شبہہ نہین کہ یہ طرز عمل اس کا پورا پورا جواب ہے۔ لیکن یورپ کی چرب زبانی دیکھو کہ وہ ان عربون کے اعمال کو ظلم و طغیان اور تخریب

مگر اپنے اعمال کو جو عربون کے اعمال سے زیادہ سخت وبے رحمانہ ہین اصلاح، ترویج مدنیت اور عالم انسانی کی ترقی و خیر طلبی کا ذریعہ کہتا ہے) ان حالات کی وجہ سے ان اطراف کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ لوگ جب سفر کرتے تھے تو گروہ گروہ یا تنہا تنہا جنگلون اور غیر مشہور رستون سے گذرتے تھے اور حفاظت جان کے خیال سے پہاڑون کے درون، غار اور جنگل جھاڑیون مین پناہ لیتے تھے۔ بہت سے لوگون نے عربون کی روک تھام اور ان سے جنگ کرنے لیے ان اطراف کے حکمرانون مین اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوششین کین لیکن شدت اختلاف باہمی کی وجہ سے ان کی کوششین غیر موثر و ناکامیاب رہین بلکہ یہ تمھین اکثر نظر آئیگا کہ ان مین کا ایک رئیس اپنے دوسرے ہموطن رئیس کے خلاف عربون کا دست و بازو بنا ہوا ہے،

فلودوارد نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ عربون نے سنہ ۹۲۱ء مین انگریز زائرین رومہ کے ایک قافلہ کو پہاڑ کی بلندیون پر سے چٹانین گرا کر ہلاک کر ڈالا، اس کے دو برس بعد سلسلۂ کوہ الپو مین کسی قافلہ کو قتل کیا اس قسم کے واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۹۲۹ء مین زائرین رومہ کے قافلے ان خبرون کو سن سنکر رستہ ہی سے واپس جانے لگے۔ مورخین لکھتے ہین کہ ہمین یہ معلوم نہین یہ واقعات اس راہ مین جو سوئٹزرلینڈ اور اٹلی یا اس راہ مین جو اٹلی اور فرانس کے درمیان مین ہے پیش آئے، اس لئے اب صحیح طور پر ان کے جائے وقوع کا متعین کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اس خیال کو ترجیح دیجاتی ہے کہ انگریز زائرین رومہ شاہراہ سان برنارڈ سے آیا کرتے تھے پھر مورخین اس زمانہ کی تعیین مین بھی جس مین سان برنارڈ پر عربون کا قبضہ ہوا متفق نہین ہین ہان اتنا متعین و متحقق ہے کہ یہ واقعہ دسوین صدی عیسوی مین پیش آیا۔ بعض مورخین اس خیال کو ترجیح دیتے ہین کہ سنہ ۹۴۰ء کے قریب زمانہ مین عرب سان برنارڈ پر وادی رہون کی طرف سے آئے جہان کے ایک غار مین دیر اغونوم جس کی سنٹ مورلیسوس کے نام پر بنیاد پڑی تھی واقع ہے سنہ ۹۴۰ء مین عرب اس دیر پر قابض ہوئے اور انھون نے

یہان کے اسباب و سامان اور ذخائر اموال کو لوٹ کر دیر کو آگ لگا دی، اس واقعہ کے بعد اسقف اوغسبرگ سنیٹ البریک بورغونڈ کے رستہ سے وہان کے شہدا کی ہڈیون کو اوغسبرگ لیجانے کے لیے آیا، لیکن اس نے یہان آکر کچھ نہ پایا،

فلودوارد نے لکھا ہے کہ انگریز اور فرانسیسی زائرین کا ایک گروہ سنہ ۹۴۰ء مین رومہ جا رہا تھا۔ رستہ مین ان لوگون کی عربون سے مڈبھیڑ ہوئی اور وہ ایسی حالت مین لوٹے کہ اپنے گروہ کے بہت سے ہمسفرون کو کھو چکے تھے، اس واقعہ پر سان مورتیز کے راہبون مین سے ایک راہب ردولف نام نے بادشاہ لودفیک چہارم کے یہان ایک عرضداشت بھیجی جس مین اس نے سلاطین جرمانیہ کے ان گذشتہ کارنامون کو جو انھون نے ان اطراف ملک کی حفاظت مین کئے تھے یاد دلا کر اس کو عربوں کی مخالفت ان کے حملون کی مدافعت اور مقدس بزرگان دین کی خراب و شکستہ قبرون کی ترمیم و درستی پر ابھارا تھا،

اس کے بعد یہ حملہ آور عرب نواح دریائے جنیوا تک پہنچ جانے کے بعد مشرقی کوہ الپو کے درون پر ظاہر اور ان پر قابض ہوئے فلودوارد لکھتا ہے کہ اب ان عربون نے جرمنی پر حملے کئے، جرمن زائرین رومہ کے رستے بند کر دئے اور اطراف شور اور وادی رہائن پر قابض ہو گئے، وہ مستند تحریرین جو عربون کے وادی رہائن تک پہنچنے کو ثابت کرتی ہین اس واقعہ کو بھی ظاہر کرتی ہین کہ جرمن ڈیوک ہرمان نے جس کا نام کونٹ شور فالس تھا شاہ جرمنی سے سنہ ۹۴۰ء مین یہ التماس کیا کہ عربون نے اسقف شور کے دیرون سے جو کچھ لوٹ لیا ہے اس کا عوض و بدل عطا کیا جائے اور اسی بنا پر قیصر نے اس اسقف کو بلوندنیر اور سان مارتین کے دو کنیسے عطا کئے تھے اور یہ شرط لگا دی تھی کہ موجودہ اسقف شور کی موت کے بعد اول الذکر کنیسہ کے اوقاف کی آمدنی اسافقۂ شور پر اور ثانی الذکر کی آمدنی رازیس کے دیر راہبات پر وقف ہو گی،

مورخ کلر لکھتا ہے کہ شاہ بردفانس بورغ نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ عربون کو ان ممالک سے نکالدے

اوران کے مرکز قلعہ فراکسینہ پر بھی قبضہ کرے، اس لیے اس نے سب سے پہلے السرکوس سے جواس کے مقابلہ مین تخت مملکت لومبار دیہ کا دعویدار تھا صلح کرلی، اور قسطنطنیہ کی رومی حکومت سے یہ خواہش کی کہ اسکی مدد کے لیے جہازون کا ایک بیڑہ بھیجا جائے، چنانچہ وہان سے مددملی قسطنطنیہ کے بیڑہ نے خلیج سان تروپس کے عربی جہازون کو آگ لگادی - اندر دن ملک مین ہوغ نے اتنی کامیابی حاصل کرلی تھی کہ عربون کے ان قلعون کو گھیر لیا تھا جو جبال فراکسینہ مین واقع تھے لیکن عین اسی وقت اسکی توقع کے خلاف ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اس کے بنے بنائے کھیل کو بگاڑ دیا اور عرب پھراپنی پہلی حالت پر آگئے یعنی یہ کہ اس زمانہ مین بیرانجر نے تخت لومبار دیہ کا دعوی کیا اور ہوغ کے خلاف عملی کاروائیان شروع کردین - اس واقعہ سے ہوغ نہایت غضبناک ہوا اور اس نے طے کرلیا کہ عربون سے پہلے بیرانجر کو مقید کرکے یا تواس کی آنکھین پھڑوادیگا، یا اُس کو قتل کردیگا - ہوغ کے غیظ وغضب کی خبر سنکر بیرانجر لومبار دیہ سے فرار ہوا اور امیر شغابن ہرمان کی پناہ مین چلا آیا اس نے اس کو اپنے جوار پناہ مین لے لیا، اور اوتو قیصر جرمنی کی خدمت مین پیش کیا جس نے اس کی شایان شان مہمانداری کی اور اوسکی خیر طلبی کا وعدہ کیا - اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ہوغ سخت پریشان ہوا اور اس نے قیصر جرمنی کی خدمت مین تحف و ہدایا بھیجے تاکہ وہ بیرانجر کی اعانت وامداد سے باز آجائے - ساتھ ہی ان حالات کی وجہ سے اس نے عربون سے بھی صلح کرلی اور اس صلح مین یہ شرط رکھی کہ وہ اٹلی اور شغابن کے درمیان کوہستانی علاقہ مین ایک دیوار بنکر رہین اور بیرانجر کی فوجون کو اس طرف بڑھنے سے روک دین - یہ بالکل ظاہر امر ہے کہ اس معاہدہ کی وجہ سے عربون نے تمام رہگذر ہائے الپو پر قابض ہوجانیکا حق حاصل کرلیا تھا اور نیز یہ کہ ہوغ ان کے جن فتح کردہ علاقون مین گھس آیا تھا ان کو اس سے بالکل خالی کرالین، لیکن اس دوسرے امر کی تصریح نہین ملتی کہ عربون نے ایسا کیا تھا، تاہم عربون نے اس معاہدہ سے کافی فائدہ اٹھایا اور اوسکی تنفیذ وتعمیل مین کوئی کمی نہین کی چنانچہ جب بیرانجر اٹلی

کی طرف لوٹنے لگا تو اس کی ہمت نہین ہوئی کہ جبال الپو کی طرف سے گذرے بلکہ اس نے کوہ تیرول کی راہ اختیار کی اور اس کی اسی بزدلی کی وجہ سے مورخ شاعر یود براند نے جو اس زمانہ مین موجود تھا، اس کی ہجو کی ہے عربون نے جس دن سے یہ معاہدہ کیا اونھون نے یہ محسوس کیا کہ اب وہ رہگذر ہائے الپو کے مالک ہوگئے چنانچہ اونھون نے اس طرف سے گذرنے والے قافلون سے محصول وصول کرنا شروع کیا اور کبھی کبھی اس کے لیے نہ ادا کرنیوالون کو قید بھی کرنے لگے - عربون نے ان اطراف مین زراعت وتعمیر اور وہان کی عورتون سے ازدواج ومناکحت کا سلسلہ بھی شروع کردیا - اس وقت قریب قریب تمام کوہ الپو اور خاص کر اس کے رہگذر سان برنارڈ پر وہ قابض ہوگئے اور اُن کی ایک جماعت شہر نیش مین جاکر آباد ہوگئی جہان آج تک اُن کے نام کا ایک محلہ آباد موجود ہے،

اس کے بعد عربون کے حملے نواح سارغانز، تورنبرگ اور انبزل کی طرف شروع ہوئے، ۹۵۴ء کا سال خاص سوئٹزرلینڈ کے لیے مخصوص طور پر منحوس تھا کیونکہ اسی سال شمالی جانب سے مجار اور جنوبی جانب سے عربون نے اس کو گھیر لیا اور اس مین گھس آئے،

مورخ ایکیہارد نے اپنی اس کتاب مین جو دیر سنٹ غالن مین پائی گئی ہے لکھا ہے کہ عربون کی فطرت اور اُن کا طرز زندگی دو ایسی چیزین تھین جنھون نے اُن پر غلبہ پاسکنے کو سخت دشوار کردیا تھا امیر فالتا کے عہد مین ان کی جراتین اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھین چنانچہ ایک مرتبہ اہالی شہر کسی مذہبی تقریب کے موقع پر صلیبین اٹھائے ہوئے چکر لگا رہے تھے کہ دفعۃً ان پر ایک عرب جماعت ٹوٹ پڑی، اور ان کو مارنا شروع کردیا - لیکن جوانمرد وغیرتمند فالتا نے ان کے اس جرم کا بدلہ لیے بغیر نہ چھوڑا اس نے اپنے غلامون اور تمام نوکرون کو جو چھرون، ہنسوون اور کلہاڑیون سے مسلح تھے ان پر حملہ کرنیکا حکم دیا، فالتا نے عربون پر رات کو جب وہ سوئے ہوئے تھے حملہ کیا اور دفعۃً پہنچکر ان کو قتل کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے وہ گھبرائے اور اپنی جانین بچاکر پہاڑون کی طرف بھاگ گئے،

اوران مین کے کچھ لوگ گرفتار ہوئے، یہ گرفتار شدہ اشخاص دیر مین رکھے گئے جہان انھون نے کھانے پینے سے بالکل انکار کردیا اور بالآخر سب کے سب بھوک کے مرگئے (معلوم ہوتا ہے کہ جان نثاری کا یہ طریقہ آئرلینڈ والون ہی نے ایجاد نہین کیا ہے بلکہ عربون کو اس مین بھی سبقت حاصل ہے) عرب مشرقی سوئٹزرلینڈ مین کتنے دنون تک رہے اسکا صحیح علم نہین ہے، البتہ اتنا یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ دسوین صدی عیسوی مین وہان تھے،

سنہ ۹۵۴ء مین ایک عرب جماعت کو دیر سنٹ غالن کے مقام پر سخت شکست ہوئی اور ٹھیک اسی زمانہ مین ان کی ایک دوسری بڑی جماعت کو جنگ مجار مین بھی شکست نصیب ہوئی اُن کو یہ شکست شاہ کونراد فون بورغوند کی ہمت و شجاعت نے دی، اس نے یہان ان کی بہت بڑی جماعت کا خاتمہ کردیا لیکن اب بھی عرب کوہ الپو کے مغربی گذرگاہون پر قابض رہے،

سنہ ۹۶۰ء مین اہالی ملک نے عربون کو سان برنارڈ سے شدید معرکون کے بعد پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کردیا اور بالآخر غرنوبل اور وادی غزیزی فون سے بھی ان کو نکالا۔ انہی شکستون کے بعد ان ممالک کے لوگون کی ہمتین بڑھین، وہ ہر چہار جانب سے عربون کا مقابلہ کرنے لگے اور بالآخران کو ان ممالک سے نکل جانے پر مجبور کردیا جس کا سلسلۂ واقعات یون شروع ہوتا ہے،

۲۲-جولائی سنہ ۹۷۳ء مین سنٹ ماجلوس براہ بافیا کلونی سے بورغوند کو واپس جارہا تھا، اوران اطراف کے بہت سے لوگون کا ایک بڑا قافلہ اس کی معیت مین اس خیال سے روانہ ہوا کہ سنٹ کے ساتھ وہ بھی عربون کے حملون سے محفوظ رہینگے، وہ لوگ سان برنارڈ کے اطراف مین کسی گاؤن تک پہنچے تھے کہ دفعۃً عرب ان پر ٹوٹ پڑے اور ان سب کو مقید کرلیا اور خود سنٹ ماجلوس بھی اس مصیبت سے نجات نہ پاسکا بلکہ ادنھون نے اس کو بھی گرفتار کرلیا۔ اس کے بعد عربون نے اپنے دستور کے موافق روٹی اور گوشت سنٹ کے کھانے کیلئے

پیش کیا مگر اس نے انکار کیا اور کہا کہ ہم اس طرح کھانے کے عادی نہین ہین۔ یہ سنکر ان مین سے ایک نے اپنے ہاتھ دھوئے اور سنٹ کے سامنے آٹا گوندھ کر روٹیان تیار کین اور پھر عزت و احترام کے ساتھ ان کو پیش کیا، سنٹ نے اس طرز عمل کو پسند کیا اور نماز پڑھ کر روٹیان کھالین۔ عربون نے سنٹ ماجلوس کو اجازت دی کہ وہ اپنے شہر کلونی خط لکھکر اپنا زرفدیہ منگوائے اور اپنے ساتھیون کو آزاد کرائے، سنٹ نے خط لکھا، جب یہ خط کلونی پہنچا تو وہان اس خبر گرفتاری سے کہرام مچگیا۔ اہل شہر نے دیرون اور کنیسون کے ذخیرۂ اموال سے زرفدیہ مہیا کیا اور اس کو بھیجدیا، اس زرفدیہ کی مقدار ایکہزار رطل چاندی تھی جو ایک ایک رطل ہر عرب کو ملی، اسی قافلہ کے زمانۂ قید کا یہ واقعہ ہے جس کو تمام مورخین نے لکھا ہے کہ اس قافلہ کے اسباب وسامان مین انجیل مقدس بھی تھی جس کو انھون نے ایک درخت کے نیچے رکھدیا تھا۔ اتفاقاً ایک عرب کو لکڑی کی ضرورت ہوئی اور اس نے چاہا کہ اسباب وسامان کو روندتا ہوا درخت سے ایک شاخ کاٹ لے، لیکن جون ہی وہ اس قصد سے بڑھا خود اس کے ساتھی عربون مین سے کچھ لوگ چلائے اور اس کو جھڑک کر کہا،

ویل لك كيف تطأ برجلك كتاب نبي مقدس — تیرے لئے ہلاکت ہو کس طرح ایک نبی کی مقدس کتاب کو روندنے کی جرأت کرتا ہے،

یہ اس لیے کہ عرب خود انبیاء کرام کا احترام کرتے ہین اوران کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ نے محمد صلعم کی بعثت کی بشارت دی تھی،

سنٹ ماجلوس کی گرفتاری کے واقعہ نے ان اطراف کے تمام لوگون مین عربون کے خلاف جذبات نفرت وعداوت پیدا کردئے، وہ سب کے سب بیک وقت ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ قطعی طور پر طے کرلیا کہ عربون کے پنجہ سے آزاد ہو کر رہینگے، ان لوگون مین جنھون نے ان جذبات سے کام لیا اور لوگون کے عزم وارادہ کی رہنمائی کی سیسٹرون کا رہنے والا

بربو سب سے زیادہ مشہور شخص ہے کیونکہ تمام لوگ اسی کی قیادت مین عربون کے خلاف جنگ آزما ہوئے اوران کو پہلے دوفینیا کی طرف اور پھر دوفینیا سے بردفانس کی طرف دھکیل دیا جہان امرائے بردفانس مین سے ایک امیر غلیوم نام نے ان سے سخت جنگ کی۔ غلیوم ان کو ان کے اصلی قرارگاہ و قلعہ فراکسینہ تک دباتا چلا آیا اور نہایت خون ریز جنگ کے بعد اس نے قلعہ فراکسینہ کو بالآخر فتح کرلیا عرب وہان سے آفریقہ و اسپین کو بھاگ گئے۔ قلعہ فراکسینہ کے سقوط کا سال ۹۷۵ء ہے عرب اس پر پورے اسی برس تک قابض رہے،

اس واقعہ مین جو عرب گرفتار ہوئے تھے ان مین سے کچھ لوگ تو قتل کردئے گئے اور کچھ لوگون نے نصرانیت قبول کرلیا، ان کے تمام آلات و اسباب جنگ امیر بردفانس کے لشکر نے چھین کر آپس مین تقسیم کرلیے۔ مورخ ایکیہارڈ نے راہبین دیرسنٹ غالن کی یہ روایت لکھی ہے کہ عرب جنوبی یورپ کے تمام اندرونی حصّون پر قابض ہوگئے تھے انھون نے وہان بود وباش اختیار کرلی تھی وہان کی عورتون سے وہ شادی کرلیتے تھے۔ یہ متعین طور پر نہین معلوم کہ اس عرب نوآبادی کے لیے اونھون نے وادی فانیس یا سافوائے کی وادی فال یا کسی اور قطعہ ارض کو منتخب کیا تھا بہرحال وہ وہان زراعت و فلاحت کرتے تھے اور ادھر کے حکمرانون سے یہ شرط کرلی تھی کہ وہ مالگذاری مین کوئی بڑی رقم ادا نہ کرینگے، سوئٹزرلینڈ کے علاقہ فالی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہان آج بھی دو ایسے گاؤن موجود ہین جہان کے لوگ اپنے گھوڑون کو عربی لگام لگاتے ہین، وہ لوگ اپنے مخصوص حلقہ تعلقات سے باہر کسی اور خاندان مین شادی بیاہ نہین کرتے اور انکی اس قسم کی بہت سی خاص خاص عادتین ہین،

تلخیص و تبصرہ

اتحاد مشرق و مغرب

ڈاکٹر ٹگور نے اپنے بین الاقوامی جامعہ کی طرف سے ایک سہ ماہی رسالہ وشوابھارتی شائع کرنا شروع کیا ہے، یہ رسالہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے خیالات اتحاد عالم کا نقیب اور اُن کی یونیورسٹی شانتی نکیتن کا ارگن ہے، اس کے پہلے نمبر مین یونیورسٹی کے ایک فاضل فرانسیسی استاذ، پروفیسر فرنندنبات کا ایک مضمون مذکورۂ بالا عنوان پر شائع ہوا ہے، پروفیسر مذکور لکھتے ہین:-

"میرا خیال ہے کہ ہندوستانیون مین ایسے بہت ہی کم لوگ ہونگے جو یہ سمجھتے ہون کہ یورپ ہندوستان سے کس حد تک اور کہان تک ناواقف ہے، اور اونکو شاید یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ ہندوستان کے لفظ سے یورپ کا جاہل و تعلیم یافتہ طبقہ کیا سمجھتا اور مراد لیتا ہے، ہان ہندوستان سے اور موجودہ ہندوستان سے مغرب بالکل ناواقف ہے، ہمارے ماہرین سنسکرت کی تعداد بہت ہی کم ہے، وہ ہند قدیم کو جانتے ہین اور ان مین سے اکثر نے شاید اس ملک کو کبھی نہین دیکھا ہے، موجودہ ہندوستان کے متعلق، اخبارات جو معلومات بہم پہنچاتے ہین، وہ بہت ہی ناکافی، مسخ شدہ اور جانبدارانہ ہوتے ہین، یہ جس ذریعہ سے ہم تک پہونچتے ہین، اوس کا اہم ترین مقصد اخفار صداقت ہے، رہا سیاحون، ناول نویسون، مشنریون کے بیانات، سو وہ تمام تر ایک طرفہ، غلط اور متعصبانہ ہوتے ہین، تاہم اکثر یورپیون کی نظر مین ہندوستان، روحستان بیت اللہ (ہردوار) اور مسیح اقوام ہے، آج کل اہل یورپ اُس کو اسی نظر سے دیکھتے ہین، جس نظر سے کہ مجاہدین صلیب فلسطین کو دیکھتے تھے"،

ہندوستانی بدبختی سے ہر یورپین کی تعریف کو اپنے لیے ایک سند سمجھ کر آپے سے باہر ہوجاتے ہین، اس لیے ہم کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہندوستان کو "مسیح اقوام" کہنے سے پروفیسر کا کیا مقصود تھا، کہتا ہے:-

"مین ہی پہلا شخص نہین ہون جس نے کہ اس ملک کو "مسیح اقوام" کہا ہے، اس کے ساتھ وجوہ تشبیہ کے سلسلہ مین یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پرتاثیر مواعظ مین خود اپنے ابنائے وطن کو بہت کچھ برا بھلا کہا ہے، اور اگرچہ ایک غلام قوم کے رکن تھے، اور ایک ایسی قوم مین پرورش پارہے تھے جو قومیت کے نشہ مین متوالی ہو رہی تھی، پھر بھی وہ ایک لفظ بھی ایسا نہین کہتے، جس کو ہم اُن کے محب وطن ہونے کے ثبوت مین پیش کرسکین، وہ تمام دنیا، یہودی، رومی، جنٹائل وغیرہ کے لیے ایک عام پیغام محبت لائے تھے اور اپنی قوم کے لئے مخصوص نہ کرسکتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس سے بھی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ اگر وہ کسی خاص خطۂ ارض سے اپنے کو منسوب کردیتے تو اُن کا پیغام اس قدر عام نہ ہوتا"

"ہندوستانی تعلیم و تمدّن جو سرتاپا کامل روحانیت ہے، محبت، انسانیت، ایثار، قربانی، عمومیت اور اخوت کے جذبات سے، جو حضرت عیسیٰؑ کی مسیحیت کی روح ہے، پر ہے، اور ہم پیروان مسیح نے اون مین سے کچھ بھی نہ رکھا، یہ ضروری نہین ہے کہ ہم اپنے درد کی دوا یا اپنی اُمید کا ملجا ہندو و بدھ یا ہندوستان کے کسی دوسرے مذہب مین پاسکتے ہین، کیونکہ زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ مخصوص عقائد والے فرقہ بن گئے ہین لیکن یہ چیز اب بھی ہم کو ہندوستان کے روحانی تخیل اور خالص تعلیم مین، جو دیگئی بلکہ یہ کہنا کہ القا کیگئی ہے، زیادہ صحیح ہوگا، مل سکتی ہے، یعنی اپنشد مین، گیتا مین اور ہندوستان کی دوسری مقدس کتابون مین: ہمارا مطلوب ان کے حروف مین نہین ملے گا، بلکہ ہم اس کو، ان کی روح مین پائینگے، اور یہی روح ہر ہندوستانی کے خیالات، اخلاق اور عادات مین ودیعت کی گئی ہے،،

"ہان مغرب بھی اس اتحاد مین اپنا تحفہ پیش کریگا، میرے خیال مین ہندوستان نے عملی زندگی اور مادّی دنیا کو ضرورت سے زیادہ وہ نظر انداز کردیا ہے۔

ٹیپو سلطان

میتھک سوسائٹی کے سہ ماہی رسالہ مین جنوبی ہند کے آخری غیرتمند، بہادر مسلمان حکمران کے روزنامچہ و خطوط کے متعلق ایک دلچسپ مضمون شائع ہوا، ہم ذیل مین اوس کا اقتباس درج کرتے ہین،

جیمس مل نے ان الفاظ مین ٹیپو سلطان کے حالات لکھے ہین،

"ایک حکمران کی حیثیت سے وہ مشرق کے بڑے سے بڑے بادشاہ کے مقابلہ مین پیش کیا جاسکتا ہے اس نے اپنی زندگی کی کسی حالت مین خواہ وہ مصیبتون مین گرفتار ہو یا مسرتون سے معمور ہو اپنی حکومت کی تنظیم، ترتیب اور دیگر مہمات سلطنت سے کبھی بھی بے توجہی اور غفلت نہین کی، اس نے مختلف کامون کے لئے مختلف اوقات مقرر کر رکھے تھے، اور کسی تغیر و تبدل کے بغیر نہایت محنت سے ان کو کرتا تھا، چونکہ وہ ہر چیز کی مفصل حالت سے واقف ہونا چاہتا تھا، اس لیے اس کا بیش بہا وقت جس کو ان سے زیادہ مفید اور بڑے کامون مین صرف ہونا چاہئے تھا، یون ضائع گیا، اس نے اس صداقت کو جو بہت ہی کم حکمرانون کو معلوم ہوسکتی ہے، نہایت ہی اچھی طرح جان لیا تھا کہ حکومت کی بھلائی، اور اس کا بہترین اصول یہ ہے کہ جن کی محنت سے سلطنت گذاری ہوئی ہو، ان کی حالت زار پر ہمیشہ نظر ترحم رکھی جائے، اس لئے اس نے یہ اپنا فرض مقرر کر رکھا تھا کہ مظلومین کو سوسائٹی کے مظالم و دست درازی سے بچائے، یہی وجہ تھی کہ اس کے ابتدائی سالہائے حکومت مین جبکہ اوسے چین سے حکومت کرنی نصیب ہوئی، اس کا بہترین، زرخیز، سرسبز و شاداب اور خوشحال حصہ ہند تھا، لیکن دوسری طرف انگریزون اور ان کے ماتحتون کے عہد مین یہی جنت دنیا کے بدترین قطعہ ارضی بھی سے زیادہ بری دوزخ ہوگئی"

جیمس مل کا یہ بیان، اون خطوط و تحریرات اور روزنامچہ سے جن کے تراجم کو کرنل ڈبو،

کرک پیٹرک نے مارکیوئز ولسلی کے نام سے معنون کیا تھا، اور جو ۱۸۱۱ء مین شائع بھی ہوگئے تھے، صحیح ثابت ہوتا ہے، یہ خطوط جن کو ٹیپو نے مختلف عمالِ سلطنت کے نام لکھے تھے، ایک رجسٹر سے جو تسخیر سرنگا پٹم کے وقت ملا تھا، جمع کیے گئے تھے، یہ ۱۷۸۵ء سے ۱۷۹۴ء تک کے ہین، ان مین سے بعض خطوط کے تراجم یہ ہین:

بنام محی الدین علی خان

"ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم ہر وقت گھر کے اندر بیٹھے رہتے ہو، حتی کہ کچہری تک بھی نہین آتے، تم کو چاہئے کہ روزانہ ایک معقول وقت تک کچہری مین رہکر سرکاری فرائض انجام دو، اور ایسی صورت نہ پیدا کرو کہ جس سے کسی حاجت مند مصیبت زدہ کو دادرسی کے لئے تمھارے گھر کی زنجیر کھٹکھٹانی پڑے ...... اگر تم نے ہماری ہدایات پر عمل کیا تو خیر، ورنہ تم کو اس جرم کی سزا بھگتنی پڑیگی"

۱۳ اگست ۱۷۸۵ء

بنام محمد مہدی بخشی سرنگا پٹم

"تم کو کسی آدمی کو اپنے گھر نہ آنے دینا چاہئے، اور جو کچھ بھی کام ہو اوس کو کچہری ہی مین بیٹھکر انجام دینا چاہئے، لیکن اگر لوگ اسی طرح تمھارے گھر پر آتے رہے تو اُن کو اون کے ناکون اور کانون سے محروم کر دیا جائیگا اس حکم پر سختی سے توجہ کرو"

اس خط پر کرنل کرکپ ٹرک کا مندرجہ ذیل نوٹ ہے۔

"اس خط کی مذکورہ سزا کے متعلق، یہ کہنا انسب ہے کہ چونکہ ہم کو کوئی بھی ایسا واقعہ نہین ملتا جہان اس سزا نے عملی صورت اختیار کی ہو، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عوام کو ڈرانے کے لیے یہ سزا لکھی گئی تھی"

بنام تربیت علی خان

سلطان اپنے گذشتہ خطوط کا جن کا جواب نہین دیا گیا تھا حوالہ دے کر لکھتا ہے،

"یہ شخص (علی خان) دن مین دو تین مرتبہ کھاتا ہے، چین سے بیٹھتا ہے، اور خوش گپی اور لطف صحبت مین وقت گذارتا ہے، حالانکہ ہم خود شب و روز کام مین مشغول و مصروف رہتے ہین"

ملک کے سات بڑے شہرون کے سات مہتمان ڈاک کے نام

"ہم نے ۷۰۰۰ گز کا ایک کوس مقرر کیا ہے، اور ایک ہرکارہ کو ½ ۱ گھڑی (۴۲ منٹ ۵۴ سکنڈ) مین یہ مسافت طے کرنی چاہئے اگر تمھارے صوبہ کے خطوط اس مقرر کردہ وقت پر نہ ملین تو تم کو اپنے یہان کے ہرکارون کو کوڑے لگانے چاہئین"

شہید سلطان **ٹیپو** کے یہ چند خطوط ہین جن کو سامنے رکھکر اگر واقعات کی جانچ پڑتال کرو تو معلوم ہوگا کہ تصویر کا دوسرا رُخ ہماری نگاہون سے پوشیدہ ہے، وہ ایک جفاکش، محنتی، شب و روز کامون مین مصروف ملک کے واقعات سے باخبر، ایک ایک افسر کے حالات سے مطلع، عدل پرور، اور انصاف پسند حکمران تھا، اس کے آئین حکومت کے رو سے ہندو مسلمانون مین تفریق نہ تھی، شاید ہمارے دوستون کی یاد مین سلطان کا وہ فرمان بھی ہوگا جو آج سے چند سال پہلے **معارف** نے شائع کیا تھا، جو آج بھی مدراس کے ایک مرکزی ہندو دھرم کے معبد مین محفوظ ہے، اور جس مین یہ تصریح ہے کہ اس مرکزی معبد کی جس کو مرہٹون نے توڑ پھوڑ ڈالا تھا، ازسرِنو مرمت کیجائے اور یہان کے مسند نشین کو جاگیر دیجائے،

ہمارا یہ حال ہے، اور خصوصًا ہمارے ہندو دوستون کا کہ وہ اپنے اسکولون کے کورسون مین تاریخ ہند کا جو حصہ پڑھتے ہین وہ اس کو حقیقت کا آئینہ جانتے ہین حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ محض سیاست کا رانہ خیانت کا "مجمع ظلمات" ہے، اور اس کا نام تاریخ کے بجائے "پولیٹکل پروپگنڈا" رکھنا چاہئے،

آثارِ دمشق

شہر **دمشق** آرامی، یونانی، رومی اور عربی تمدنون کا یکے بعد دیگرے سب سے بڑا مرکز رہا ہے عہد اسلام مین وسیع ترین اسلامی سلطنت امویہ کا پایۂ تخت تھا، انقلابات زمانہ نے گو اب اوس کو

بے رونق کردیا ہے تاہم اس کے زیرزمین دفینے اب تک محفوظ ہین، یعنی آثار قدیمہ، پرانے کتبات، ٹوٹی ہوئی عمارتین، ویران کھنڈر اوس کا یہ سرمایۂ دولت ہین، ترکی عہد حکومت مین جرمن علمائے آثار نے یہان کچھ کھدائی کا کام شروع کیا تھا، مگر ناتمام رہا، اب جب سے فرانسیسی اس پر قابض ہوئے ہین، اس کے مختلف اطراف مین تین فرانسیسی علمائے آثار کی جماعتین مصروف کار ہین، ان کی محنتین جہان تک کامیاب ہوچکی ہین شام کے ارکیالوجیکل میگزین "آثار سوریا" مین اس پر ایک مضمون شائع ہوا ہے،

چنانچہ اب تک جو اہم انکشافات ہوئے ہین، ان مین سب سے زیادہ قابل قدر حضرت امام حسینؑ کی صاحبزادی حضرت **سکینہ** جو مشہور ادیبہ و شاعرہ تھین، اونکی قبر شریف ہے، اس قبر پر اخروٹ کی لکڑی پر عمدہ نقش و نگار بناکر لگائے گئے ہین، اور کوفی خط مین اس پر ایک کتبہ ہے جس پر "۳۳۹ھ" کندہ ہے، دوسری قبر بھی اسی خاندان نبوی کی ایک اور چشم و چراغ سیدہ فاطمہ بنت احمد بن حسین کی ہے جو امام حسینؑ کی اولاد سے تھین، پانچوین صدی ہجری کے شروع مین انھون نے وفات پائی تھی،

قطب الدین خبضری کی مسجد کا بھی حال دریافت کیا گیا، دمشق کی "علمی عربی اکاڈمی" نے بھی اوس کی تحقیقات مین حصہ لیا، اور اس کے حالات لکھکر شائع کیے، اور اس پر کے کتبات پڑھے، جو عربی اور یونانی مین تھے، اس عمارت کو دیکھکر اموی تمدن کا پرشوکت زمانہ یاد آتا ہے، ایک اور جگہ تھی جہان ٹوٹے پھوٹے منقش پتھر نظر آتے تھے، اوس کو کھودا گیا تو پتھر کے نقش و نگار کے کامون کا کارخانہ ثابت ہوا، اور اس مین سے اس قسم کی بہت سی چیزین ملین معلوم ہوتا ہے کہ کسی فوری حادثہ کے باعث یہ کارخانہ تباہ ہوگیا تھا،

ابتدائی عہد مسیحیت کے ستر سولون مین ایک حنانیا کے گھر کی کھدائی شروع ہوئی، اس گھر کے دو حصے ہین، ایک عیسائیون کے اور دوسرا مسلمانون کے قبضہ مین ہے پہلا حصہ گرجا ہے، جو اب لاطینی عیسائیون کے ہاتھ مین ہے، اور دوسرا مسجد مین جو مدت سے منہدم اور ویران ہے، اس عمارت

مین حسب ذیل چیزین برآمد ہوئی ہین، (۱) کچھ ستون، اور پتھر جن پر خوبصورت پھول پتیان بنی ہین (۲) حوض چھوٹی نہر اور پانی کے کچھ آثار (۳) ایک مربع پتھر جس کا عرض ہر طرف سے آدھا ہاتھ اور بلندی سوا ہاتھ ہے، اس پر یونانی مین چار سطرین کھدی ہین، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان یونانیون نے اپنے کسی دیوتا کے لیے کوئی قربان گاہ تیار کی تھی، (۴) ایک سپید پتھر جس کے چارون طرف ابھرے ہوئے نقوش ہین جو مرور زمانہ سے مٹ سے گیے ہین، اوسکی ایک طرف بلوط کا درخت بنا ہے جس کے نیچے ایک گائے کا بچھڑا سویا ہے، دوسری طرف شراب کا پیالہ اور مذبح بنایا گیا ہے، تیسری طرف اس فرضی مخلوق کی شکل بنائی گئی ہے، جو یونانی علم الاصنام مین خوش آوازی کا دیوتا ہے، یعنی مچھلی کے دھڑ مین ایک خوبصورت انسان کا چہرہ، جس کی سریلی آواز سنکر جہاز کے مسافر مست ہوجاتے تھے، اس کے علاوہ عنقا پرندہ کی خیالی تصویرین ہین،

شام کا محکمۂ آثار قدیمہ، ان یادگارون کی ترتیب اور حفاظت مین کوشش کر رہا ہے، دمشق مین امیر معاویہ کا جہان محل تھا وہ اب اسعد پاشا العظم کے محل کے نام سے مشہور ہے، محکمۂ آثار نے مناسب سمجھا کہ ان یادگارون کو اوسی محل کے اندر جگہ دیجائے جس نے اس شہر کو اپنا پایۂ تخت بناکر سو برس تک اس کو اسلامی تمدن کا مرکز بنا دیا، چنانچہ یہ محل خرید کر اس کو عجائب خانۂ آثار بنا دیا گیا ہے،

لفظ "تاریخ" کی اصلیت

عام لوگ تو یہ صحیح سمجھتے ہین کہ "تاریخ" کا لفظ عربی ہے، "تفعیل" کے وزن پر مصدر ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ "ارخ" عربی مین اس معنی مین کوئی مادّہ نہین، عرب شعرائے جاہلیت کا ذخیرہ اشعار، بھی عربی زبان کی سب سے بڑی ٹکسال ہے، مگر اس قدیم ذخیرہ مین یہ لفظ مطلقاً نہین، عرب اہل لغت بھی اسکو عربی کا قدیم لفظ نہین مانتے، اور اس کو معرب یا مولّد (نیا لفظ) جانتے ہین،

ہمارے ایرانی مسلمان اہل ادب کا یہ مذاق رہا ہے کہ جس لفظ کی عربی مین اصلیت نہ ملتی ہو اوس کو وہ کسی

کسی طرح توڑ مروڑ کر اپنی زبان فارسی کا لفظ بنا دیتے ہین، اوسکی مثالین ہمارے لغت مین بکثرت ہین، مگر لفظ "تاریخ" ایک ایسا لفظ ہے جس کو نہ صرف اہل عجم بلکہ خود بعض عرب بھی فارسی الاصل تسلیم کرتے ہین، روایت یون بیان کیجاتی ہو کہ حضرت عمرؓ نے جب اسلام مین دفاتر کی بنیاد ڈالی تو ایک ایرانی نومسلم کے مشورہ سے حسابات اور کاغذات مین، ماہ و سال کی قید بھی اضافہ کی، ایرانی سے پوچھا گیا کہ تمھارے یہان اسکو کیا کہتے ہین اس نے جواب دیا "ماہ در وز" کہتے ہین عربون نے اس لفظ کو "تاریخ" بنالیا، پھر باب تفعیل سے "تاریخ" اوسکا مصدر بنالیا ہمارے ہان کے تمام اہل تاریخ، اہل سنین، اہل لغت اور علمائے ریاضیات اسی نظریہ پر قائم ہین، اور لفظ "تاریخ" کی تحقیق کرتے ہوئے اوسکی یہی اصلیت بتایا کرتے ہین، اس عام شور و غل کے درمیان ایک دھیمی آواز مورخ ابن **عساکر** دمشقی کی سنائی دیتی تھی، جو یہ کہتے تھے کہ یہ فارسی کا نہین بلکہ قدیم یمنی عربی (حمیری) زبان کا لفظ ہے، مگر لوگون نے مورخ موصوف کی تنہا شہادت کو قبول نہین کیا،

اب حال مین حافظ **سخاوی** کی ایک نادر تصنیف "الاعلان فی التوبیخ لمن ذم التاریخ" مصر کے مشہور لغوی عالم اور قلمی کتابون کے شائق احمد تیمور پاشا کو ہاتھ آئی ہے، چنانچہ اس کتاب کے چند ابواب رسالۂ الہلال مین اونھون نے چھپوائے ہین، حافظ موصوف نے بھی اپنی اس تصنیف مین، مورخ ابن عساکر کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ (اسمٰعیلی) عربی یا شمالی عربی زبان مین یہ لفظ جنوبی عربی یعنی حمیری زبان سے آیا ہے،

اب اس مسئلہ نے تحقیق کا ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے، مصر کے مشہور ماہر آثار مصریہ احمد بے کمال نے یہ ثبوت دیا ہے کہ لفظ "تاریک" ٹھیک اسی تاریخ کے معنی مین قدیم مصری کتبات مین نظر آتا ہے، اس شہادت نے مورخ ابن عساکر اور حافظ سخاوی کے دعوی کی قوت مین بہت کچھ اضافہ کردیا، اور اب موقع آیا ہے کہ ہم لفظ "تاریخ" کی اصلی پیدائش، کو ایران کے سبزہ زارون سے ہٹا کر عرب کے نخلستانون مین لیجائین، اب معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ یمن کا صوبہ عرب کے تمام صوبون مین سب سے زیادہ متمدن تھا، اس لیے وہان تاریخ کے لیے لفظ موجود تھا، اور جب عرب مین زمانۂ اسلام نمایان آیا، تو یہ ایک صوبہ کا مخصوص لفظ مملکت عرب کے اصلی مرکز مین مقبول ہوکر ہر جگہ پھیل گیا،

اخبار علمیۃ

علمی دنیا مین اس خبر نے بہت کچھ حیرت اور دلچسپی پیدا کردی تھی، کہ ٹنگونیا مین ایک جانور موجود ہی جس کے متعلق ماہرین تاریخ فطرت کا خیال تھا......۲۰۰ سال قبل فنا ہوچکا ہے؛

لیکن اب یہ معلوم کرکے حیرت کی کوئی انتہا نہین رہتی کہ نیوزیلینڈ کے قریب ایک چھوٹے سے جزیرہ مین ایک اس سے بھی زیادہ معمر جانور موجود ہے، اس کا علمی نام سفنڈان ہے اور مورس کا خیال ہو اول الذکر جانور سے اس کی عمر......اسال زیادہ ہے، اور آج بھی یہ جانور موجود ہے، حالانکہ اس کے دوسرے ساتھی زمانہ ہوا فنا ہوچکے ہین؛

ربڑ بنانے کے دو نئے طریقون کا حال مین تجربہ کیا گیا ہے، ایک طریقہ یہ ہے کہ ربڑ کے درخت کے دودھ سے یہ تیار کیا جاتا ہے اور اس سے اس قدر بہتر ربڑ بنتا ہے، جیسا کہ آج تک دنیا نے نہین دیکھا، دوسرا طریقہ اس دودھ کے ساتھ دوسری چیزون کو ملاکر اس قسم کے ربڑ تیار کرنے کا ہے جس سے ٹائر وغیرہ نہایت آسانی سے بنائے جاسکتے ہین؛

ایک فرانسیسی سیاح کو ایک اشوری روٹی ملی ہے جو ۲۴۰۰ سال کی ہے۔ یہ روٹی ۶۷۰ ق م مین پکائی گئی تھی، اور جس وقت ملی، اچھی حالت مین تھی، یہ ٹکیہ کی شکل کی ہے اور کپڑے مین نہایت ہی احتیاط سے لپٹی تھی،

پروفیسر ڈبلو ایچ، پک، کا بیان ہے کہ فضا کی غیر معمولی صفائی بارش کی نقیب نہین ہوتی، بلکہ اس کا عکس ہے، جب ہم ۱۲ میل تک کی چیزین دیکھتے ہین تو صرف ½ دن بارش ہوتی ہے، لیکن جب صرف ۲۰ اتک انسان کی نظر جا سکتی تھی تو ½ تک پانی برستا تھا،

انگلستان کے مشہور انشا پرداز بیکن کے مضامین کا ایک مجموعہ جو ۳۲۰ سال قبل کا چھپا ہوا دوسرا اڈیشن تھا گذشتہ ماہ مین ۴۰۰ پونڈ مین فروخت ہوا ہے،

لندن مین ۱۸۵۵ء کے نیو ساؤتھ ویلس کے دو پنس کے زرد ٹکٹ ۱۰۰ پونڈ مین نیلام ہوئے،

سر جان ایم، سی بیج، اڈیٹر ڈیلی ٹیلیگراف نے اپنی عمر کا ۸۰ سال پورا کیا ہے، وہ ۶۰ سال سے اس اخبار مین ملازم ہین،

ریاست کوچین کی رپورٹ مردم شماری مظہر ہے کہ اس ریاست نے تعلیمی حیثیت سے بڑی ترقی کی ہے، یہ ریاست ۱۴۷۹ میل ہے، یہان کی آبادی ۹۷۹۰۸۰ ہے، ان مین ۴۸۲۹۵۹ مرد اور ۴۹۶۱۲۱ عورتین ہین، اس آبادی مین ۶۴۶۱۳۲ ہندو اور ۲۶۲۵۹۵ عیسائی ہین، اس ریاست مین مجموعی حیثیت سے ۱۸ فی صدی تعلیم یافتہ ہین، مذہبًا عیسائی ۲۶ فی صدی اور ہندو $\frac{16}{11}$، انگریزی جاننے والون کی تعداد ۱۸۰۰۶ ہے،

ہمارا ۶ مدت تک خیال تھا کہ جانورون اور انسانون کے حواس خمسہ ایک ہی قسم کے ہین، اور وہ اسی طرح دیکھتے، سنتے، سونگھتے، چھوتے اور چکھتے ہین جس طرح کہ ہم، کیونکہ وہ بھی ان تمام ظاہری اعضاء کے

مالک ہین، لیکن موجودہ تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا یہ خیال غلط ہے، اور ہمارے حواس ظاہری و باطنی مین جس قسم کے لگاؤ ہین وہ تعلق ان جانورون کے ان حواسون مین نہین ہے اس لیے ہمارا ان کو اس حیثیت سے مساوی سمجھنا صحیح نہین، بلکہ اس مین بھی ہم ان سے اشرف ہین،

لندن کے عجائب خانۂ حیوانات مین پنڈرمہ سے ایک زندہ کیڑا لایا گیا ہے، جس کے چھوٹے پاؤن اور بال ہین، یہ کیڑا پہلی مرتبہ عجائب خانہ مین آیا ہے، اور کیڑون کے ارتقائی حالات کی ایک اہم ترین کڑی ہے،

دنیا کے تمام ٹکٹ جمع کرنے والون کا گذشتہ مئی مین مقابلہ ہوا تھا، یہ مقابلہ لندن کے دیوان زراعت مین ہوا، تمام دنیا سے عمومًا اور امریکہ سے خصوصًا ہزارون آدمیون نے اپنے ٹکٹ پیش کیے، بعض ملکون کے انفرادی ٹکٹون کی قیمت ۲۰ ہزار سے ۵۰۰۰۰ پونڈ تک ہے، اور ایک شخص نے تو ۱۵۰۰۰۰ روپے کے ٹکٹ داخل کرائے ہین، جنگ کے بعد یہ اپنی قسم کی پہلی نمائش ہے،

بعض سائنس دان وعدہ کرتے ہین کہ عنقریب وہ خود اپنے موسمون کے مالک ہو جائینگے، بہت جلد ہم اس خوف سے نجات پالینگے کہ کہین، سڑک پر ہم پانی سے بھیگ نہ جائین یا قلت آب سے کاشتون اور باغون پر خراب اثر نہ پڑے، بہت ممکن ہے کہ دوسری چیزون کی طرح اب بارش کے سرکاری دن بھی مقرر ہو جائین، اس کے ایجاد کا سہرا پروفیسر ڈہو، ڈی، بنکرافٹ اور ڈاکٹر ایل، فرانس وارن کے سر ہے، کچھ عرصہ ہوا انھون نے تجربتًا تھوڑی سے بارش بھی پیدا کی تھی، وہ ہوائی جہاز پر بیٹھکر بادلون کے اوپر چڑھ جاتے ہین، اور ان پر ریت کی بارش کرتے ہین، ریت کے ذرات، بادلون سے ٹکرا کر بارش پیدا کرتے ہین اور زمین سیراب ہو جاتی ہے،

حال مین معدہ کے طریقہ عمل کے مطالعہ کیلئے ایک شیشہ کا پیٹ بنایا گیا ہے، اس مین غذا ڈال دیجاتی ہے
اور اس عرق کی جو غذا کو پیٹ مین ہضم کرتا ہے ایک مقدار اس مین چھوڑ کر بقدر ضرورت گرمی پیدا کیجاتی ہے، اور
اس طرح طریقہ ہضم کا مشاہدہ کیا جاتا ہے،

انڈے جیون جیون پرانے ہوتے جاتے ہین اُن کا وزن گھٹتا جاتا ہے، ان کے وزن وثقالت
سے ان کی عمر کا پتہ چل سکتا ہے،
دو اونس نمک، ایک پیالہ پانی مین ملا دیجئے، اس کے بعد انڈون کو اس مین چھوڑیئے، تازے انڈے
تہ تک چلے جائینگے، ایک دن والے انڈے صرف تہ کو چھوئینگے تین دن کے انڈے تیرنے لگین گے اور جو اس
سے بھی پرانے ہونگے سطح آب پر چلے آئینگے،

شیفیلڈ مین ایسے لوہے کا تجربہ کیا گیا ہے، جو نہ کبھی زنگ آلود ہوگا اور نہ داغ دار اس مین بجلی کے ذریعہ
اور تیزی پیدا کیجائیگی، اس سے بہت سی ضروریات خانہ داری کی چیزین بن سکین گی،

ایک نئی قسم کی دھات دریافت ہوئی ہے جس کو ادیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ چمک، دیرپائی اور
دوسری خاصیتون مین سونے سے بہت کچھ مشابہ ہے،

گارڈن مکرتیھ جو ایک مشہور سیاح ہے، جنوبی امریکہ سے واپس آیا ہے، اور اپنے ساتھ ایک ایسی عجیب
دوا لایا جو انسان کو جری اور بے خوف بنا دیگی،
یہ دوا ایک سائنس دان نے دار التجربہ مین رکھی ہے، درحقیقت اس مین انسانی امید کا لعل متقفل ہے،

اس مین صرف ۔ا پونڈ خرچ ہوئے، اور پتیان ہین، تاہم اس کے حصول کے لیے ۔۔۔۔ا پونڈ خرچ کرنے کے علاوہ بہت سے
آدمی مجروح ہوئے، بعض مارے گئے، میلون جنگلون اور دریاؤن کو طے کرنا پڑا، اکثر وحشیون کے تیرون کا مقابلہ
ہوا، بہت سے جنگلی بخار کے شکار ہوئے، لیکن بحمد اللہ یہ گوہر مقصود جس کو کیپی ([illegible]) کا نام دیا گیا ہے
ہاتھ آیا، اس سے بزدل سے بزدل انسان بھی بہادر اور طاقتور دشمن کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جائیگا اور خوف و
ہراس نام کو بھی باقی نہ رہے گا،

حال کی تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عام قیدیون نے، اپنے ایام آزادی کی بہ نسبت
جیل کے تاریک کمرون مین زیادہ خواب دیکھے، اس کی وجہ شاید زندانی زندگی کی بیکاری ہو، جن لوگون نے
کبھی بھی کوئی خواب نہ دیکھا وہ یا تو بدترین قسم کے مجرم تھے یا اُنکی دماغی حالت صحیح نہ تھی، ۹۹ خواب دیکھنے والے قیدیون
مین صرف ۲۳ نے اپنے جرم کے متعلق خواب دیکھے، قیدیون مین سے ۵ فی صدی نے کہا کہ ارتکاب جرم کی شب
کو وہ نہایت ہی گہری نیند سوئے تھے،

عام طور سے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ گھڑیون کی کمانیان عموماً گرمیون مین ٹوٹتی ہین، لیکن بعض دکانون
کے اعداد و شمار مظہر ہین کہ یہ کمانیان اکثر بادل کی گرج اور بجلی کی چمک کے زمانہ مین زیادہ تر ٹوٹتی ہین،
یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گرمی کی جگہ مرطوب ہوا بھی اس کے لیے نقصان دہ ہے، چنانچہ دو گھڑیون ۵۶، ۵۷ کمانیان
رکھی گئین اور اُن مین سے ایک مرطوب ہوا اور دوسرے مین خشک بھر دی گئی اول الذکر مین سے ۱۷
کمانیان ٹوٹ گئین، تیل ٹپکانے سے یہ خطرہ کم ہو جاتا ہے،

جاپان کی ایک نو آبادی مین بیویان، شوہرون اور بچون کی پرورش کرتی ہین اور خاندان کی

سردار تسلیم کیجاتی ہین؛ مرد امور خانہ داری کے ذمہ دار ہین،

یہ ایک عام خیال تھا کہ شادی کے بعد، عورت و مرد مین ایک قسم کی مشابہت پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے، اور بعض صورتون مین تو اس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہین ہوتی، اس کے متعلق متعدد اصول بتائے گئے ہین، لیکن ان سے کوئی ایسا نہ تھا جو معقول اعتراضات سے بری ہو، اب حال کے تجربون نے اس خیال کی تائید کی ہے، اور ہمارے پاس اس قسم کے عقلی و عملی ثبوت مہیا کردئے ہین کہ ہم اُن کے ذریعہ اس صداقت کو ثابت کر سکتے ہین،

ٹرنٹو یونیورسٹی کے پروفیسر جے، سی مکلنین نے ہیلیم گیس کو رقیق کر کے، دنیائے علم مین ایک نہایت ہی اہم تجربہ پیش کیا ہے، اب سے سولہ سال پہلے ہالینڈ کی لیڈن یونیورسٹی مین بھی اس قسم کا تجربہ کیا گیا تھا، لیکن پروفیسر مکلنین نے جس وسیع پیمانے پر اس کو انجام دیا ہے، وہ نہایت ہی حیرت انگیز و فائدہ بخش ہے.

ایم جارج بربٹ، نے حال ہی مین پرندون کی طرح اڑنے کا تجربہ کیا، اونھون نے اس قسم کے پر لگائے جس مین ۵ گھوڑون کی طاقت کا ایک انجن لگا تھا اور اس کے ذریعہ ایک گھنٹہ مین اُنھون نے ۳۵ میل کی مسافت طے کر کے انگلش چنیل کو عبور کیا اور ۴۴ منٹ مین فرانس واپس آئے، یہ پر ۴۴ مربع فٹ ہین اور اُن کا وزن ۵۵۰ پونڈ ہے،

ایک یورپ مین ڈاکٹر جو حال مین ۱۰۹ سال کی عمر مین مرا ہے، اپنی درازیٔ عمر کی وجہ اپنا طریقۂ خواب بتاتا ہے، اس کی نصیحت ہے کہ جب سونے کے کمرے مین جاؤ تو ایک قطب نمائے لو، اور اس کی مدد سے اپنے

پلنگ کو اس طرح رکھو کہ تمھارا سر شمال کی طرف ہو اور پیر جنوب کی طرف، سیدھے ہو کر گہری نیند سوؤ،

ہندوستان مین دیا سلائی جس کثرت سے استعمال کیجاتی ہے اس کا حال ذیل کے سرکاری اعداد بتا سکتے ہین

سنہ	۴۴ اڈیون کے بکس	قیمت بصورت روپیہ
سنہ ۲۰-۱۹۱۹ء	۱۵۱۵۰۰۰۰	۲۰۴۸۳۲۳۰
سنہ ۲۱-۲۰ء	۱۲۹۹۸۷۳۳	۱۷۷۰۱۳۷۰
سنہ ۲۲-۲۱ء	۱۳۶۸۰۸۰۱	۲۰۳۸۰۴۷۹

کیا ہم اپنی ناکون سے دیکھ سکتے ہین، ؟ کیا ہم اپنے بن انگشت سے سن سکتے ہین ؟ اور کیا ہم جس جگہ چاہین قوت بصارت پیدا کر سکتے ہین ؟ یہ ایسے سوالات ہین جو بظاہر نہایت ہی مضحکہ انگیز معلوم ہوتے ہین، لیکن ایک ۱۷ سال کی لڑکی ویلیٹا ہگنس نے ان معاملات کو ایک حد تک سچ کر دکھایا ہے،

حال مین ایک ایسی گیس ایجاد ہوئی ہے جس سے انسان پر خوف و انتشار کے جذبات طاری ہوجاتے ہین، حال مین واشنگٹن کی پولس نے غیر قانونی مجمعون کو منتشر کر کے اس کی کامیابی و فائدہ مندی پر مہر لگادی ہے اور اب پولس کو گولی چلانے کی ضرورت پیش نہ آیا کریگی،

افریقہ کے مغربی ساحلی مقام کردی مسا مین آپ کسی شخص کے جھونپڑے کی طرح اپنا جھونپڑا نہین بنا سکتے، یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اوس کی سزا موت ہے،

اسٹریلیا کے ساحلی مقامات پر جہان گھاٹ بنے ہوئے ہین، اکثر نہانے والے، بڑی مچھلیون کے شکار ہو جاتے ہین، اس لیے ٹاؤنس ویل مین سمندر کے ایک حصّہ کو گھیر دیا گیا ہے تاکہ کوئی آدم خور مچھلی اس مین نہ آسکے، اس کی لمبائی ۳۳۰ فٹ، اور چوڑائی ۱۷۵ فٹ ہے ۔۔۔ ۱۰۰۰ آدمی بیک وقت اُس مین غسل کر سکتے ہین،

———.———

اس سال کے ابتدائی تین مہینون مین ۴۲۹۳ یہودی فلسطین جا کر آباد ہوئے، گذشتہ سال اسی زمانہ مین ۴۵۲ یہودی گئے تھے،

———.———

اطالیہ کے موجودہ وزیر اعظم مسولینی نے تمام مدارس سے لازمی فرانسیسی اُٹھا دی اور اوسکی جگہ یورپ کی کسی ایک زبان کی تعلیم پسند رکھی ہے،

———.———

۱۹۱۸ء مین جزائر بہاما، ویسٹ انڈیز مین ۔۔۔۶ پونڈ کی شراب گئی تھی، لیکن گذشتہ سال ۔۔۔۔۔ پونڈ سے بھی زیادہ کی اسپرٹ ان جزائر مین خرچ ہوئی،

———.———

مغربی و وسطی افریقہ کے فرانسیسی مقبوضات مین اب تک مردم خوری کوئی بڑا جرم نہ تھا، اور اس کے مرتکبین کو معمولی سزائین دیجاتی تھین، لیکن اب حکومت نے اس جرم کے لئے سزائے موت مقرر کی ہے،

———.———

ناک ستون کی مجلس بلدیہ نے طے کیا ہو کہ ساحل اس پر ۔۔۔۱ پونڈ کا ایک بینڈ گھر بنوایا جائے،

ادبیات

غزل عزیز

جناب مرزا عزیز لکھنوی

سبق ملے ہین اس آئینِ دل نوازی سے — نیاز مند بنایا ہے بے نیازی سے

بنا دیا نہ زمانے کو داستان جب تک — ملی نہ عشق کو فرصت فسانہ سازی سے

یہی ثبوت عدم ہے یہی دلیل فنا — کہ آفرینش عالم ہے بے نیازی سے

نہین شکایت بیداد ہان گلہ یہ ہے — یہ انتخاب ہوا ہے خوش امتیازی سے

ضرور ہے دل محمود رحم کے قابل — مگر ایاز کو فرصت کہان ایازی سے

بتا دے اے مجھے محفل مین چھیڑنیوالے — ہے بہتر اور کوئی ساز دل نوازی سے

سوائے اس کے کہ ہو دل شکستہ ایک غریب — بتاؤ فائدہ کیا اس زبان درازی سے

یہ راز کھل بھی گیا کب کا جان نثارون پر — نہ باز آئے مگر تم زمانہ سازی سے

ہین غرق آتش تر تیرے رند تر دامن — پگھل گیا ہے جہنم بھی دل گدازی سے

ہم ایک راز حقیقت ہین بے نیاز جہان — علاقہ کیا ہمین اس پیکر مجازی سے

یہ وقت کونسا آیا ہے اے خدا مجھ پر — کہ چارہ ساز لرزتے ہین چارہ سازی سے

مین مطمئن تھا مگر میرے ناخدا تو نے — ڈبو دیا مجھے طوفان بے نیازی سے

لیا ہے گور غریبان نے درس عبرت کا — سکوت موت کی پیہم سخن طرازی سے

سنبھال لے دل مجنون کو اے ہوائے نجد
اتر رہا ہے کوئی ناقہ حجازی سے

زبان کیگی بھلا کیا کھلے ہین جو عقدے
کسی کی چشم سیہ کی سخن طرازی سے

جواب حسرتِ دیدار خط شوق مین تھا
بہ برق طور عبارت تھی دل نوازی سے

قریب ہو کہ زمانہ سکوت کرے گا
کسی کی چشم سخنور کی سحر سازی سے

یہ اہتمام ہین اخفائے حسن کے پھر بھی
دکھا رہا ہے جھلک پردۂ حجازی سے

ہزار طرح کے دل مین خیال آئے ہین
تمام رات ستارون کی دیدہ بازی سے

بیان حال کو ماتھے پہ کچھ عرق نکلا،
زبان رک گئی جب شرح جانگدازی سے

قدم تک آئے تو اے زلف تابدار مگر
خدا بچائے تری عمر کی درازی سے

دل عزیز کی بستی نہین ہوئی برباد
مگر نگاہ رمیدہ کی ترک تازی سے

فکرِ سلیم

اس قدر تند بھری ہے مرے پیمانے مین
کہ چھڑک دون تو لگے آگ ابھی میخانے مین

ساری ان خاک کے پتلون مین خدا نے بھر دین
ندرتین جتنی تھین قدرت کے نہانخانے مین

تم کبھی نرم مزاجی پہ ستم گر کی نہ جاؤ
پنجہ فولاد کا مخمل کے ہے دستانے مین

دل مین قوت جو ابھرنے کی ہو بیکار نہ جائے!!
ایک پودا ہی پھبکتا ہوا اس دانے مین

شمع کے گرد یہ کیون جوش سے کرتا ہی طواف؟
ناچتی پھرتی ہو کیا چیز یہ پروانے مین؟

دل مین انسان کے اگر ہو تو حقیقت کھلجائے
یہی جھلکی سی جو پوشیدہ ہو پروانے مین

آندھیان آکے سناتی ہین ترانے مجھکو
بجلیان رقص ہین کرتی مرے کاشانے مین

عقل کو چاہئے سجدے کرے اُس کو بہیم
شان وحشت کی جو دیکھی ترے دیوانے مین

وہ بھی ہوگا اسی مجموعے مین ذرا غور سے دیکھ
پتلے جو حُسن کے ہین دل کے صنم خانے مین

فتنے اللہ اللہ کے تری بزم مین سو جاتے ہین
کس قیامت کا اثر ہو مرے افسانے مین

حال دل کہنے کو ہون اُنسے مین اے جذبۂ دل!
بجلیان کوٹ کے بھر دے مرے افسانے مین

تا کہ باقی نہ رہے ہستی و مستی مین تمیز
بھر دو جذبات کی مے عمر کے پیمانے مین

شہرتین ہین مری گمنامی کے اندر پنہان
یعنی آبادیان گم ہین اسی ویرانے مین

نغماتِ قدُس

از مولوی ابو القدس صاحب توحیدی بھوپالی

مقصودِ عشق ہے کہ وفاداریان رہین
منشائے حسن یہ کہ، دل آزاریان ہین

یہ تو نہو کہ دل سے وہ ہم کو بھلا ہی دین
راضی ہین اس پہ ہم کہ جفاکاریان رہین

ہو لاکھ یاس، حوصلۂ دل نہ چھوڑیے
بڑھتی ہوئی ہمیشہ طلبگاریان رہین

پھر کس کو ہون عزیز دل و جان کی راحتین
جب اس طرح نگہ کی فسون کاریان رہین

ہان اے نصیب دیکھیے اب ہم سے کب تلک
اوس جانِ آرزو کی یہ بیزاریان رہین

الندوہ کی جلدین

اکثر شائقین ہم سے الندوہ کی پرانی جلدون کے طالب تھے، ہم نے یہ تمام سرمایہ دفتر الندوہ سے اپنے دفتر مین منگوا لیا ہے اب جن صاحبون کو ضرورت ہو وہ ہم سے طلب کرین بعض جلدین مکمل ہین اور بعض نامکمل، مکمل کی قیمت سے رفی جلد ہے اور نا مکمل کی ۱۲ر فی نمبر، یہ نادر ذخیرہ شاید پھر ہاتھ نہ آوے،

"منیجر"

باب التقریظ والانتقاد

الوراثۃ فی الاسلام

از
مولوی ابو الجلال صاحب ندوی،

یہ عربی کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جسکی ضخامت چھوٹی تقطیع کے ۶۰ صفحون مین محدود ہے، مولانا اسلم صاحب جیراجپوری (اعظم گڈہ) معلم تاریخ جامعہ ملیہ علی گڈہ کے قلم سے نکلا ہے،

حافظ صاحب علم فرائض کے ساتھ خاص دلچسپی رکھتے ہین اور اس فن مین اون کو کامل دستگاہ ہے، معارف مین مسئلہ حجب پر اون کا ایک مضمون شائع ہوچکا ہے، وہ مدت سے کوشان تھے کہ اس فن کی تجدید کرین، اس رسالہ مین اونھون نے فقہا کے بتائے ہوئے بعض اجتہادی اصول کی تنقید کی ہے، اوّلاً بعض مسائل پر اپنے خیالات ظاہر کیے ہین پھر آیات میراث کی تفسیر کی ہے، آخر مین اونھون نے جن مسائل کو صحیح سمجھا ہے نہایت اختصار کے ساتھ، مگر واضح ترین پیرایہ مین اون کو لکھا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، اس مین نہایت وقت نظر سے کام لیا ہے، آئندہ صفحات مین ان کے انھین خیالات کی تنقید مقصود ہے،

وصیت رسالہ مین سب سے پہلی بحث وصیت کی ہے، فقہا ورثہ کے حق مین وصیت کو ناجائز قرار دیتے مین خدا نے فرمایا۔ کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرًا اِلْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ: "تم پر ضروری قرار دیا گیا کہ جب تم مین سے کوئی مرنے لگے اور کچھ مال چھوڑے، تو والدین اور اقربا کے حق مین بھلائی کی وصیت کرے، پرہیزگارون کے لیے ضروری ہے"

صحیح حدیثون مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "ہر مسلمان کے پاس اوسکی زندگی کے ہر لمحہ مین اسکی

تحریری وصیت موجود رہنی چاہیے" ابتدائے اسلام مین اسی پر عمل تھا، پھر آیت میراث نازل ہوئی، شوافع کے نزدیک اس آیت نے حکم وصیت کو منسوخ کردیا، اور اب ورثہ کے حق مین وصیت جائز نہین، مگر سب کو معلوم ہے کہ آیت میراث مین تو خود اسکی تصریح ہے کہ اس حکم توریث پر وصیت پوری کرنے کے بعد عمل ہوگا، امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے بموجب حدیث بھی قرآن کو منسوخ کرسکتی ہے، رسول خدا صلعم نے فرمایا "لا وصیۃ لوارث" اس حدیث نے قرآن کے حکم کو منسوخ کردیا، حافظ صاحب نے پرزور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حدیث قرآن کو نہین منسوخ کرسکتی، اس بنا پر اونھون نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وصیت اب بھی فرض ہے، اور آیت میراث پر اُسی وقت عمل ہوگا جب مورث وصیت کیے بغیر مرجائے،

ہمارے خیال مین حافظ صاحب نے بھی تشدد سے کام لیا ہے، یہ صحیح ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ نہین کرسکتی، مگر جب (لا وصیۃ لوارث) کے مفہوم کی صحیح حدیثین موجود ہین تو ہم اُن کو قطعی مردود قرار دے نہین سکتے، اس لئے اس حدیث سے آیت وصیت کی تنسیخ نہین بلکہ تخصیص ہوتی ہے،

واقعہ یہ ہے کہ عرب کے دستور کے موافق والدین اور اقربا کا کوئی حق نہ تھا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ "سارا مال لڑکے کا تھا، والدین کے لیئے وصیت تھی" خدا نے ہر رائج برائی کو بتدریج روکا ہے، وہ لوگ اقربا کو حقدار نہین سمجھتے تھے، مگر وصیت ان کے رواج کے مطابق تھی اس لئے پہلے اولاد کے علاوہ دیگر اقربا کو کچھ دینے کا عادی بنانے کی غرض سے یہ آیت وصیت نازل ہوئی جس مین صرف والدین اور اقربا کے لئے وصیت کی تاکید کی گئی، اولاد کے لیئے نہین، اب تک (اگرچہ وصیت ضروری تھی مگر بعض ورثہ کا حصہ پانا، بعض کا نہ پانا، حصص کی کمی و بیشی محض وصیت کرنے والے کی مرضی پر تھی، لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی تو اب ہر ایک وارث کا کچھ نہ کچھ حق مقرر ہوگیا، پہلے وصیت نہ کرنے کی صورت مین حق تلفی کا خطرہ تھا اسی لیئے حکم تھا کہ ہر مسلمان کو اپنے پاس اپنا تحریری وصیت نامہ ہر وقت تیار رکھنا چاہئے، مگر جب آیت میراث نازل ہوئی اس حکم عام کی ضرورت نہ رہی آنحضرت صلعم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہ اعطیٰ کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث[1] — خدا نے ہر حق دار کو اُسکا حق دیدیا اب کسی وارث کو وصیت کی ضرورت نہین

بعض روایتون مین "لا تجوز وصیۃ لوارث" کے الفاظ مروی ہین مگر یہ مفہوم قرآن کے خلاف پڑتا ہے، صحیح اور مستند روایتون مین "لا وصیۃ" کے الفاظ ہین، "لا تجوز" کا لفظ غیر فقیہ راویون کی روایت بالمعنیٰ کا مرہون منت ہے،

حضرت ابن عباس فرماتے ہین "سارا مال بیٹے کا تھا، ماں باپ کے لیے وصیت تھی (آیت میراث نازل ہوئی) تو خدا نے جس قدر حکم چاہا بدل دیا، مرد کو عورت کا دگنا، ماں باپ کو ایک ایک سدس، بی بی کو ثمن اور ربع دلایا، شوہر کا حق نصف و ربع مقرر ہوا"[2]

حضرت ابن عباس کا خاص لفظ یہ ہے "فنسخ اللّٰہ من ذالک ما احب" آپ کا یہ قول عرب کی مندرجہ بالا رسم سے تعلق رکھتا ہے، اگر آیت کے متعلق قرار دیا جائے تو معلوم ہوا کہ آیت کا سارا حکم منسوخ نہین ہے بلکہ صرف ایک حصہ، چونکہ آیت میراث مین بھی خود وصیت کا تذکرہ ہے، اس لیے معلوم ہوا وصیت کا حکم تو باطل نہ ہوا، مگر وجوب کا حکم بدل گیا، وصیت ورثہ کے حق مین نہ تو فرض ہے نہ حرام بلکہ صرف جائز ہے،

یہ خیال بھی صحیح نہین کہ کسی انسان کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ ایسی وصیت کر سکے جو خدا کے فرمان توریث اور اصول تقسیم ترکہ کو مسترد کر دے حدیثون مین تصریح ہے کہ ⅓ سے زاید مال مین وصیت درست نہین ہے؛

ذوی الفروض — دوسری بحث ذوی الفروض کی ہے فقہا کے نزدیک اخیافی بھائی بہن ذوی الفروض ہین اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض صورتون مین حقیقی بھائی محروم ہو جاتے ہین اور اخیافی بھائی حصّہ پاتے ہین مثلاً،

مسئلہ ہندہ ۶

شوہر	ماں	باپ	۲ اخیافی بھائی	حقیقی بھائی
۳	۱		۲	محروم

[1] سنن دارقطنی مین مروی ہو کہ حضرت انس بن مالک فرمایا کہ مین حجۃ الوداع مین قربانی کے روز آنحضرت صلعم کو یہ فرماتے سنا،

[2] بخاری باب میراث الزوج مع الولد وغیرہ

اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ آیت ذیل کے مطلب مین اختلاف ہے اِنْ کَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ کَلٰلَۃً اَوِ امْرَاَۃٌ وَّلَہٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا السُّدُسُ،

فقہا کے نزدیک "کلالۃ" حال ہے "لہما" کی ضمیر "اخ او اخت" کی طرف راجع ہے، اب چونکہ آیت کا مفہوم آیت کلالہ (یفتیکم اللّٰہ) کے خلاف ہے اس لئے ایک شاذ قرأت کی بنا پر اخت کے بعد (لام) محذوف مان لیا ہے مگر جب اجماع امت نے (لام) کا لفظ مسترد کر دیا تو مفہوم قائم رکھکر قران کی آیت کو درجہ فصاحت سے گرا کر غیر ضروری تعقید اور المتناب کل کو ترجیح دینے سے فائدہ حافظ صاحب کے نزدیک اس مین بھائی بہنون کے حصّون کا تذکرہ نہین ورنہ

ان کان اخ یورث کلالۃ او اخت،

کہنا زیادہ تر بہتر ہوتا، اصل یہ ہے "کلالۃ" مفعول ہے "منہما" کی ضمیر رجل اور امرءۃ کی طرف پھرتی ہے، مطلب یہ ہے کہ

"اگر کوئی (اجنبی) مرد یا عورت (مثلاً مولیٰ) کسی لاولد کا وارث قرار دیا جائے، اور اس کے کوئی بھائی یا بہن بھی ہو تو اجنبی مرد اور عورت دونون کا حصّہ ایک ایک سدس ہے"،

اس بنا پر حافظ صاحب نے فیصلہ کیا ہے کہ اخیافی بھائی اور بہن ذوی الفروض نہین آپکے نزدیک یہ تو اسی وقت وارث ہونگے جب بنو اعیان اور بنو علات مین سے کوئی نہ ہو،

اخیافی بھائی بہنون کا ذوی الفروض نہ ہونا تو قطعی اور غیر مشتبہ ہے مگر کیا واقعی اخیافی بھائی بنو علات اور بنو اعیان کے سامنے محجوب ہی ہے؟ حضرت عمرؓ کی پہلے یہی رائے تھی مگر ایک مرتبہ جب اُنھون نے اخیافی بھائی بہنون کو بنو اعیان کے مقابل محروم قرار دیا تو اخیافی بھائی نے کہا امیر المومنین! ھب ان ابانا کان حمارا السنا من ام واحدۃ[1] مان لیجئے ہمارا باپ گدہا تھا، کیا ہم دونون ایک ماں کی اولاد نہین،

[1] سنن بیہقی طحاوی وغیرہ،

اس پر حضرت عمرؓ نے سب کو شریک کر دیا اس بناپر اس صورت مسئلہ کا نام اصطلاح فقہا مین مسئلہ حماریہ پڑ گیا

عصوبت حافظ صاحب مسئلہ عصوبت کے مخالف ہین، ان کے خیال مین ذوی الارحام اور ذوی الفروض دونون برابر کے حقدار ہین، جس کا رشتہ زیادہ قریبی ہے اس کا حق مقدم ہے، برابر کا رشتہ ہو تو مان کی طرف کے اقربا پر باپ کی طرف کے اقربا کو ترجیح ہے، یہان تک ہم کو حافظ صاحب کے ساتھ اتفاق ہے،

چونکہ حافظ صاحب کے نزدیک وراثت کا مدار اقربیت پر ہے جس درجہ کا مرد وارث ہو سکتا ہے، اس درجہ کی عورت بھی وارث ہو سکتی ہے، اس لیے اونھون نے فقہا کے اس اصول کی مخالفت کی ہے کہ اہل فرائض کو دے کر جو کچھ بچے قریب ترین مرد رشتہ دار کا ہے، وہ کہتے ہین کہ یہ اصول قرآن کے خلاف ہے، اس کے لیے اونھون نے تین مثالین پیش کی ہین، پہلی دو مثالون مین دکھایا ہے کہ بہن بھائی کے ساتھ، اور بیٹی بیٹے کے ساتھ وارث ہوتی ہے، تیسری مثال مین دکھایا ہے کہ بیٹی، بہن بھتیجا، وارث ہون تو فقہا رکے اجماع کے مطابق بھتیجا محروم ہے، حالانکہ اصول کے ماتحت صرف مرد کو وارث ہونا چاہیے، مگر یہ اعتراضات فقہا کے اصول پر نہین وارد ہوتے، یہ اصول آنحضرت صلعم کی ایک صحیح حدیث سے ماخوذ ہے، آپ نے فرمایا،

الحقوا الفرائض باھلہا فما ترکت الفرائض فلاولی رجل ذکر[1]

تیسری شکل مین فقہا کے مسلک کے مطابق "ماترکت الفرائض" صادق ہی نہین، پہلی صورت مین ان کا جواب یہ ہے کہ یہ اصول ان ورثہ کے متعلق ہے، جن کا ذکر قرآن مین نہین، ہان کسی حدیث سے ثابت ہو کہ پھوپھی اور خالہ کو بھی حصہ ملتا ہے تو یہ اصول ٹوٹ سکتا ہے؛ اولاد اناث اور بہنون کا حقدار ہونا تو قرآن مین مذکور ہے، حضرت شریک بن عبد اللہ بن نمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے خالہ اور پھوپھی کے حق مین فرمایا،[2]

[1] بخاری کتاب الفرائض [2] دار قطنی

حدثنی جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لا میراث لھما

حافظ صاحب ما ترکت الفرائض فلاولی رجل ذکر کو ایک جزئی فیصلہ تسلیم کرتے ہین کوئی کلی اصول نہین، مگر یہ الفاظ تو آپ کی زبان سے اس وقت ادا ہوئے، جب میدان منٰی مین قربانی کے روز اونٹ پر سوار ہو کر آپ نے مشہور و معروف خطبہ دیا تھا جس مین زیادہ تر اصولی احکام تھے،

عول ورد عول ورد بھی فرائض مین نہایت اہم اور مختلف فیہ مسئلے ہین، مخرج بعض وقت مجموعۂ سہام سے کم ہوتا ہے تو مجموعۂ سہام کے برابر فرض کر لیا جاتا ہے اسے عول کہتے ہین عصبات نہون تو فقہا کے نزدیک بقیہ میراث بھی ذوی الفروض ہی مین انکے حصص کے اعتبار سے تقسیم ہوگی حافظ صاحب عول کے منکر اور رد کے قائل ہین، حالانکہ رد بھی قرآن کے خلاف ہے؛ امام شافعیؒ نے اس کی سخت مخالفت کی ہے جب خدا نے ورثہ کے حقوق مقرر کر دئے ہین، تو ان کے حصے زیادہ کر دینے کا حق کس نے کس کو عطا کیا؟ فقہا اور حافظ صاحب دونون مین فرق یہ ہے کہ وہ سب ورثہ کے حصون مین اضافہ کر دیتے ہین مگر حافظ صاحب کے نزدیک مراعات ترتیب واجب ہے، حالانکہ دونون صحیح نہین خدائے علیم نے ورثہ کے حقوق مقرر کر دئے ہین اسی لیے کہ جو کچھ باقی بچے دیگر اقربا کو پہنچیگا کیونکہ خدا کے مقررہ حصون مین کمی بیشی کا حق کسی کو نہین ہے، ما ترکت الفرائض فلاولی رجل ذکر کا اصول مان لینے کے بعد رد کی ضرورت نہین رہتی،

عول کے موجد حضرت زید بن ثابتؓ ہین، آپ کے سامنے جب اس قسم کا ایک معاملہ پیش ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین خدا نے کس کے حق کو مقدم اور کس کے حق کو مؤخر قرار دیا ہے اس لیے میری سمجھ مین یہ آتا ہے کہ تم سب کے حصہ مین کچھ کمی کر دون، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زید بن ثابت کو حقوق کا تقدم و تاخر معلوم ہوتا تو عول کی ضرورت ہی نہ پڑتی،

حضرت ابن عباس اس کے سخت مخالف تھے، اُن کے نزدیک ان ورثہ کے حقوق مقدم ہین جو ہر حالت مین ذوی الفروض ہی رہتے اور جو کسی حالت مین مابقی کے مالک ہوتے ہین،

ان کا حق موخر ہے، اس بنا پر ان کے نزدیک عول کی ضرورت نہین سب سے پہلے ترکہ بی بی یا شوہر کو ملے گا، باقی اولاد اور اصول مین تقسیم ہوگا، اصول مین مان کو تقدم ہے، اولاد کے مقابلہ مین اصول کا حق مقدم ہے، مقدم کو دیکر جو بچے گا موخر کو ملے گا، حافظ صاحب اسی رائے کو ترجیح دیتے ہین اور عول کو خلاف قرآن بتاتے ہین، واقعہ یہ ہے کہ خدا نے جن لوگون کے حقوق مقرر کر دیے ان مین کمی کرنے کا حق ہم کو نہین، عول کی صورت مین سب کا حصہ کم ہو جاتا ہے،

حجب

مسئلہ حجب مین آپکی تحقیقات ناقابل رد ہے، مگر آپ کا یہ خیال صحیح نہین کہ مان باپ کسی کی موجودگی مین بھائی بہن کا کچھ حصہ نہین یہ خیال خود قرآن کی تصریح کے خلاف ہے، خدا نے فرمایا:-

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ

اس آیت مین لاولد میت کی دو حالتین بتائی گئی ہین، (۱) صرف والدین وارث ہون (۲) والدین کے ساتھ بھائی بہن بھی ہون دونون صورتون مین صرف مان کے حصہ کا بیان ہے باپ کا حصہ مذکور نہین مگر پہلی صورت مین چونکہ سوائے باپکے کوئی دوسرا وارث نہین تو باقی ترکہ کل باپ کا ہوا، اگر باپ کے ساتھ بھائی بھی ہین، اور قرآن مین باپ بھائی دونون کے حصے مذکور نہین تو ظاہر ہے کہ مابقی باپ اور بھائی کا حصہ ہے یہ کس قدر خلاف انصاف ہے کہ مان کے حصہ مین کمی تو ہو بھائیون کے باعث مگر فائدہ اٹھائے باپ جو ممکن ہو کہ اپنا کل ترکہ کسی دوسرے کو ہبہ کر دے، قرآن کا یہ طریقہ بیان کہہ رہا ہے کہ بھائی کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہے جس کی تعیین اس آیت مین نہین ہے لیکن اگر آیت یفتیکم اللہ پر غور کرو تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے،

کلالہ کے معنی مین اختلاف ہے، بعض کے نزدیک مراد لاولد میت ہے جس کے مان باپ بھی زندہ نہون، مگر یہ معنی اس آیت مین مراد نہین ہو سکتے کیونکہ قرآن مجید مین خدا نے اپنے فتوے کو بتاتے ہوئے، بھائی بہن کے وارث ہونے کی شرط یہ لگائی ہے کہ مورث لاولد ہو چنانچہ فرمایا

(إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ) اس کے ساتھ (لاوالد) نہین فرمایا،

بعض کے نزدیک لاولد میت مراد ہے، اس سے بحث نہین کہ اس کے والدین زندہ ہون یا نہون، اس آیت مین یہ معنی مراد لیے جائین تو کوئی ہرج نہین:-

بعض کے نزدیک لاولد میت کا ورثہ مراد ہے، اس آیت مین یہ معنی بھی درست ہو سکتا ہے:-
مگر اس آیت مین کلالہ کے لفظ سے دوسرے ہی معنی مراد ہین:-

ائمہ لغت کے نزدیک "کلالہ" ان اقربا کو کہتے ہین جو نہ اصول ہون نہ فروع ہون، فتوی انہین کے حق مین پوچھا گیا تھا، مسلم شریف مین مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ بیمار تھے آنحضرت عیادت کو گئے تو حضرت جابرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ مین اپنی میراث کے متعلق کیا کرون؟ "کلالہ" کے سوا میرا کوئی وارث نہین:- اس پر یہ آیت اتری اس سے معلوم ہوا، قرآن مجید مین (کلالہ) کا لفظ اسی مفہوم مین اُترا ہے، رسول اللہ صلعم سے والدین اور اولاد کے علاوہ دیگر ورثا کے متعلق فتوی دریافت کیا گیا تو خدا نے فرمایا،

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ الآية-

"لوگ فتوی پوچھتے ہین کہدو اللہ والدین اور اولاد کے علاوہ دیگر اقربا کے حق مین فتوی دیتا ہے کہ کوئی آدمی مرجائے اور اس کے اولاد نہو اور اس کے بہن ہو تو اسکا حصہ نصف ہے، وہ اس کا وارث ہوگا اگر اس کے کوئی اولاد نہین ہے"،

دیکھو اس آیت مین بھائی بہنون کے وارث ہونے کی شرط صرف ایک بیان کی گئی ہے کہ مورث لاولد ہو، والدین کے نہ ہونے کی شرط نہین،

اس آیت سے بھائی بہنون کے متعلق معلوم ہوگیا کہ وہ لاولد میت کے بیٹے بیٹیو نکے قائم مقام

ہین، اولاد جس قدر حصہ پاتی ہے اسی قدر بھائی بہن کا بھی حق ہے: اگر لاولد مورث کے مان باپ اور بھائی موجود ہون، توجیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے بھائی محروم نہ ہوگا: بلکہ اس مورث مین والدین کا حصہ وہی ہے جو اولاد کے ساتھ ہوتا، اور بھائی بہن اولاد کے قائم مقام ہین،

حجب کے متعلق فقہا کا ایک اصول ہے کہ مورث کے ساتھ کسی کے واسطے سے کسی شخص کو قرابت حاصل ہو تو واسطہ قرابت کی حیات مین وہ شخص وارث نہین ہوسکتا، حافظ صاحب اس اصول کو تسلیم کرتے ہین مگر آپنے فقہا پر اعتراض کیا ہے کہ اس اصول کو مانتے ہوئے وہ مان کی موجودگی مین بھائی کو وارث کیون قرار دیتے ہین، یہ اعتراض صحیح ہے کیونکہ وہ باپ کی موجودگی مین بھائی کو محروم کرتے ہین حالانکہ باپ مان دونون کا درجہ مساوی ہے،

ہم بھی اس اصول کو مانتے ہین، مگر یہ خیال مضحکہ انگیز ہے کہ بھائی بہن کی قرابت دوری ہے، مان باپ واسطہ قرابت ہین، اگرچہ منطقی طور پر یہ اصول صحیح ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ عام معاشرت، ہر ملک مین بھائی بہن کی قرابت کو بے واسطہ قرابت قرار دیگی۔ علاوہ برین یہ قاعدہ ان ورثہ سے تعلق رکھتا ہے جن کا ذکر قرآن مین نہین ہے، قرآن مجید تو مان باپ کی موجودگی مین بھی بھائی اور بہن کو حصہ دلاتا ہے،

حجب کے متعلق فقہا کا ایک اصول ہے کہ قریب ترین وارث بعید ورثہ کو محجوب کردیتے ہین، حافظ صاحب نے اپنا زور قلم سب سے زیادہ اسی پر صرف کیا ہے کہ کسی وارث کا حاجب وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس وارث اور مورث کے درمیان واسطہ قرابت ہو، اس مسئلہ خاص پر ان کے دلائل کی تردید مشکل ہے،

اگرچہ ہم حافظ صاحب کے بعض خیالات کے ساتھ اتفاق نہ کرسکے لیکن اس مین کوئی شک نہین یہ رسالہ لکھکر حافظ صاحب نے ثابت کردیا ہے کہ علم فرائض کی ترتیب و تدوین پر ہم کو دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہے، ہمارے علمائے کرام غور کے ساتھ مطالعہ فرمائین تو شاید ان کو بھی ہماری طرح حافظ صاحب کی بعض رایون کو تسلیم کرلینا پڑے، وصیت، حجب، عول وغیرہ بعض اہم مباحث کے لیے خاص طور پر مطالعہ کی ضرورت ہے، یہ رسالہ جامعہ ملیہ علی گڈہ سے ملیگا، خوبصورت ٹائپ مین چھپا ہے قیمت ۸

مطبوعات جدیدہ

اُسوۂ صحابیات، مولانا عبد السلام صاحب ندوی نے اپنی مشہور تصنیف اُسوۂ صحابہ مین سے صحابیات کے حالات چنکر علٰحدہ ایک رسالہ کی صورت مین ترتیب دئے ہین کہ وہ عورتون اور لڑکیون کی تعلیم مین کام آسکے، اس مین طبقۂ صحابیات کے مذہبی کارنامے، علمی خدمات، معاشرتی اعمال اور ان اخلاقی فضائل کا نقشہ پیش کیا ہے، جن سے مجموعی طور پر سارا طبقہ متصف تھا اسی لئے اس کتاب کی ترتیب ابواب فقہ کے ابواب سے مشابہ ہے، حجم معارف کی تقطیع پر ۸۹ صفحات کا ہے، قیمت عمر، پتہ مسلم پرنٹنگ پریس اعظم گڈہ،

مشرقی ترکستان، وسط ایشیا کے آثار عتیقہ کی تلاش و جستجو مین سر ادریل آسٹن ترکستان کا کئی مرتبہ سفر کرچکے ہین، اور ہر سفر مین انکو بیش قیمت معلومات کے ذخائر ملے ہین یہ کتاب اون کے دوسرے سفر کا مختصر روزنامچہ ہے جسے پہلے انگریزی مین تصنیف کیا تھا، پھر آقا محمد ابراہیم ایرانی سردار گل محمد خان سفیر افغانستان اور مولوی ظفر حسن صاحب کی امداد سے خود مصنف نے فارسی کا جامہ پہنا کر، حقائق وسط ایشیا کے نام سے شایع کیا، مشرقی ترکستان اس کا اردو ترجمہ ہے، مترجم کا نام سید محمود اعظم صاحب فہمی ہے، کتاب نہایت مختصر ہے اور اس مین محض حالات سفر لکھے گئے ہین، مصنف نے غالباً اپنی اثری تحقیقات کے نتائج سے ارادۃً بحث نہین کی ہے جن کتبات یا نوشتون کا ذکر کیا ہے ان کا مفہوم تک نہین بتایا ہے، تاہم اس کتاب کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ ہمارے تاریخی معلومات مین اضافہ ہوسکتا ہے:۔

اس سفرنامہ مین ایک واقعہ دیکھکر بدقسمت اہل مشرق کی ناقدری پر رونا آتا ہے، تونہانگ کے مندر مین مقدس نوشتون کا ایک اچھا ذخیرہ تقریباً [illegible] سے بطور تبرک محفوظ تھا جس مین [illegible] تک

کی تحریرین تھین۔ ان تمام تحریرون کو مندر کے مقدس پجاری نے بیکار سمجھ کر سرادریل آسٹن کے حوالہ کردیا جنھون نے اُن کو لندن پہنچادیا، گو اس طرح یہ ذخیرے علمی دنیا کے لئے مفید تر ہوگئے مگر یہ کس قدر افسوسناک ہے، کہ ہم نے ان کو کس طرح ضائع کردیا قیمت ۶ر پتہ:۔ دائرۂ ادبیہ، لکھنؤ،

مطالب الغالب، دیوان غالب کی مختلف شرحین شائع ہوچکی ہین۔ مطالب الغالب ایک جدید شرح ہے، جسے حال مین جناب سہا نے مرتب کرکے شائع کیا۔ یہ شرح بہ نسبت دیگر شرحون کے مبسوط اور مفصل ہے۔ ایک مرتبہ سرسری نظر ڈال کر جو کچھ ہم کہ سکتے ہین وہ یہ ہے کہ جناب سہا کی محنت قابل ستایش ہے قیمت ۃ ر پتہ شیخ مبارک علی تاجر کتب، اندرون لوہاری دروازہ لاہور،

درس عمل، جناب محمد حسین صاحب محوی لکھنوی کی چند قومی نظمون کا مختصر مجموعہ، جسے دائرۂ ادبیہ، لکھنؤ نے ایک مختصر رسالہ کی صورت مین شائع کیا ہے، قیمت ۴ر

قانون وراثت، جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حنیفی۔ بی اے، ال۔ال۔ بی وکیل میرٹھ نے اسلامی قانون وراثت کے نام سے یہ رسالہ لکھا ہے اور اس کے آخری صفحات مین کچھ دفعات قانون شفع کا بھی اضافہ کیا ہے باوجود اختصار مسائل کی کافی توضیح کی ہے، رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انگریزی قانون کے طریق پر دفعہ وار مرتب کیا گیا ہے، قیمت ۸ر مؤلف کے پتہ سے دستیاب ہوگا،

سمرنا کا چاند، یہ افسانہ جناب مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی کی جدید تصنیف ہے، جس مین تربیت کے فائدے اور تربیت نہ کرنے کے نقصانات کو مصنف نے افسانہ کی شکل مین دکھایا ہے، کتاب کے نام کو اس کے موضوع سے صرف یہ تعلق ہے کہ کتاب بھر مین ایک جگہ مظالم سمرنا کا ذکر آگیا ہے، قیمت پتہ:۔

مجلد دوازدہم | ماہ محرم ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۲۳ء | عدد دوم

مضامین

شذرات — سید سلیمان ندوی — ۸۲
شیخ مصحفی کا تذکرہ — مولانا عبد السلام ندوی
خلافت کا دور جدید — ڈپٹی سید مقبول احمد صاحب بی، اے
مذہب اور سائنس
فرانسیسی اور ادبیات ہند
اخبار علمیہ
نغمۂ "ساربانِ حجاز" — ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال
پیام حسرت — مولوی سید حسرت موہانی
غزل — مولوی ابو الحسنات ندوی
کتبخانۂ سمدن مین چند لحظے — مولوی سید مقبول احمد صاحب صمدانی [illegible] ایم آر اے ایس
تاسی کا تذکرۂ شعرائے اردو — مولوی محمد محفوظ الحق صاحب ایم اے
مطبوعات جدیدہ . ۱۵۹ - ۱۶۰